ماہنامہ

نکتہ

آن لائن ایڈیشن

جلد نمبر 1 شمارہ نمبر 4 مارچ 2016ء

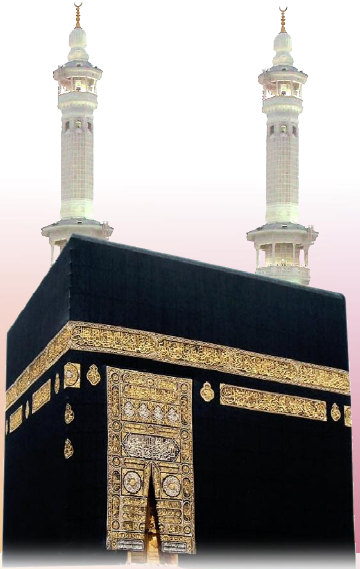

مسلمان طلبہ کی ذمہ داری ہے کہ سماجی علوم کی اہمیت کو طبعی علوم سے کم نہ سمجھیں۔ ان علوم کو مغربی دنیا میں جس طرح ترتیب دیا گیا ہے اس کا تنقیدی جائزہ لیں۔ صحیح اور غلط تصور کائنات میں امتیاز کریں اور انسانی وجود اور کائنات کے اندر پھیلی ہوئی ان نشانیوں کا ادراک کریں جو درست تصور کائنات کی تصدیق کرتی ہیں۔ مغربی افکار پر تنقید کے ساتھ ان کی یہ ذمہ داری بھی ہے کہ مبنی بر حقیقت تصور انسان و کائنات کے مطابق، معلومات کو ترتیب دیں اور نئی معلومات کی دریافت و تحقیق کا کام اس جذبے کے ساتھ انجام دیں کہ ایک صالح معاشرے کی تعمیر کرنی ہے جو ان عالم گیر قدروں پر استوار ہو جن کو انسان کی فطرت صالحہ پہچانتی ہے اور وحی الٰہی جن کی تصدیق کرتی ہے۔

ڈاکٹر محمد رفعت پروفیسر جامعہ ملیہ اسلامیہ

ماہنامہ نکتہ

آن لائن ایڈیشن

جلد نمبر 1 شمارہ نمبر 4 مارچ 2016ء

(مدیر اعلیٰ)

سید عبدالوہاب شیرازی

(مدیر)

سید عبید اللہ شاہ

فہرست

اپنے بچوں کو سوشل سائنس پڑھائیں (اداریہ)	سید عبدالوہاب شیرازی	2
صبح کا وقت کتنا پیارا لگتا ہے		6
رشتوں کے حوالے سے ایک رپورٹ	سید عبدالوہاب شیرازی	8
ورزش کی اہمیت		18
صالح انقلاب کے تناظر میں	ڈاکٹر محمد رفعت	20
تبلیغی جماعت پر پابندی غیر دانشمندانہ اقدام	تنویر احمد اعوان	27
امیر ہونے کا نسخہ	سید عبدالوہاب شیرازی	29
چند غذائیں فریج میں نہ رکھیں		34
فرقہ واریت اور مولانا طارق جمیل	سید عبدالوہاب شیرازی	37

اداریہ

دنیا کے کامیاب ترین لوگ کیا پڑھتے ہیں؟ یا دنیا پر حکمرانی کرنے والے لوگ کیا پڑھتے ہیں؟ یہ وہ سوال ہے جس کا جواب اور اس پر کچھ تبصرہ آج کا میرا موضوع ہے۔ دنیا میں کامیاب ترین رہنماؤں کی 55 فیصد تعداد ایسے لوگوں کی ہے جنھوں نے سائنسی علوم نہیں حاصل کیے، بلکہ ان کی کامیابی کا راز غیر سائنسی علوم تھے۔ یہ بات میں اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا بلکہ برٹش کونسل کی ایک تحقیق اور سروے کی رپورٹ ہے جو اس نے 30 سے زائد ممالک کے 1700 افراد پر کی۔ تحقیق سے پتا چلا کہ نصف سے زائد 55 فیصد رہنماؤں نے سوشل سائنس اور ہیومینٹیز کا مطالعہ کیا تھا۔ ان میں سے 44 فیصد نے سوشل سائنس اور 11 فیصد نے ہیومینیٹیز میں ڈگری حاصل کی تھی جبکہ جو لوگ سرکاری ملازمتوں پر فائز تھے، ان میں سوشل سائنس کے مطالعے کے امکانات زیادہ تھے، اسی طرح غیر منافع بخش تنظیموں سے وابستہ افراد ہیومینٹیز کا پس منظر رکھتے تھے۔

پولیٹیکل سائنس اور سوشل سائنس یعنی سماجی علوم یا معاشرتی علوم وہ علوم ہیں جن میں ہم لوگ زیادہ دلچسپی نہیں لیتے۔ یہی وہ علوم ہیں جن کو پڑھ کر یا مہارت حاصل کر کے کچھ لوگ دنیا پر حکمرانی کر رہے ہیں، چونکہ ان کو ان علوم کی اہمیت کا خود اندازہ ہے اسی لئے وہ اپنے بچوں کو بھی یہی علوم پڑھاتے ہیں۔ چنانچہ یہ بات حیرت سے کم نہ ہوگی کہ یورپ وغیرہ میں ڈاکٹری، انجینئرنگ وغیرہ سیکھنے یا پڑھنے کا اتنا زیادہ رجحان نہیں یہی وجہ ہے کہ پاکستان اور اس جیسے دوسرے ممالک کے ڈاکٹر اور انجینئرز دھڑا دھڑ یورپ ایکسپورٹ ہو رہے ہیں۔ یورپ والوں کی نظر میں میڈیکل سائنس، الیکٹریکل سائنس، کمپیوٹر سائنس وغیرہ عام سے کام ہیں اسی لئے ان کاموں کے لئے وہ دوسرے محکوم ممالک سے لوگوں کو بلا کر ملازم رکھ لیتے ہیں۔ ان کے نزدیک ڈاکٹری ایک پیشہ ہے لہٰذا وہ اس پیشے والے کو تنخواہ پر رکھ لیتے ہیں جبکہ اپنے بچوں کو وہ سوشل سائنس، پولیٹیکل سائنس پڑھاتے ہیں تاکہ ہمارے بچے حکمرانی کریں اور باقی لوگ ڈاکٹر، انجینئرز وغیرہ ہمارے ملازم ہوں اور ہمارے ماتحت رہ کر ہماری خدمت کریں۔ ہم اکثر سنتے رہتے ہیں کہ پنجاب یونیورسٹی سے فراغت حاصل کر کے پہلی تین پوزیشن حاصل کرنے والے لڑکوں کو بھاری تنخواہوں اور مراعات کی لالچ دے کر امریکا لے گیا۔ میرا ایک جاننے والا اسپین میں رہتا ہے ایک دن فون پر بات ہو رہی تھی اس نے کہا میرے دانت میں درد ہے آج ڈاکٹر کے پاس گیا تھا اس نے ٹوکن دے دیا ہے اب پندرہ دن بعد میری باری آئے گی

پھر وہ چیک کرے گا اور دوا دے گا، اس نے بتایا یہاں ڈاکٹر بہت کم ہیں اس لئے چیک اپ کروانے کے لئے کئی کئی دن انتظار کرنا پڑتا ہے۔ جبکہ ہمارے پاکستان میں ہسپتالوں میں مریضوں کی لائنیں لگی ہوتی ہیں، اگر کسی مریض کو دس منٹ بھی انتظار کرنا پڑے تو منہ چڑھالیتا ہے۔ ہر سال ہزاروں پاکستانی میڈیکل، انجینئرنگ اور دیگر فنون میں اعلیٰ تعلیم سے فراغت کے بعد بڑی آسانی سے یورپ میں سیٹ ہو جاتے ہیں کیونکہ وہاں ان کی بہت ڈیمانڈ ہے وہاں کے مقامی لوگ ان چیزوں میں خود دلچسپی نہیں رکھتے وہ یہ کام دوسرے لوگوں سے لیتے ہیں، خود نگرانی اور ایڈمنسٹریشن کرتے ہیں۔ ہمارے ملک میں بھی جو چند خاندان پچھلے ساٹھ ستر سال سے سیاست کرتے آ رہے ہیں وہ بھی اپنے بچوں کو سوشل سائنس اور پولیٹیکل سائنس ہی پڑھاتے ہیں کیونکہ ان کو بھی اس کی اہمیت کا اندازہ ہے۔

یہ علوم اصل میں تو ایک مسلمان کے لئے ضروری تھے، کیونکہ اللہ نے اسے زمین پر اپنا خلیفہ منتخب کیا تھا، نبی اللہ کے خلیفہ ہوتے تھے، اللہ کا آخری خلیفہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تھے، پھر ان کے بعد نائبین تھے۔ لیکن مسلمانوں نے نبی کا نائب بننے میں دلچسپی لینا چھوڑ دی چنانچہ آج غیر مسلم اقوام دنیا پر حکمرانی کر رہی ہیں اور مسلمان ان کی غلامی میں ان کی خدمت اور محکومی کی زندگی گزار رہے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی نبی ایسا نہیں ہوا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں، صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے بھی بکریاں چرائی ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جی ہاں میں نے بھی بکریاں چرائی ہیں، میں قریش کی بکریاں چرایا کرتا تھا چند قیراط پر (مشکوۃ)۔ علماء نے اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ نبی نے آگے جا کر قوم کی قیادت کرنی ہوتی ہے، قوم کو لے کر چلنا ہوتا ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ بچپن میں نبی سے بکریاں چروا کر اس کی تربیت فرماتے ہیں، کیونکہ ایک چرواہا سینکڑوں بکریوں کو کنٹرول کرتا ہے کبھی کوئی بکری ایک طرف بھاگتی ہے کبھی دوسری طرف اسے بھاگ بھاگ کر ان کو کنٹرول کرنا ہوتا ہے اس طرح اس کی تربیت ہوتی ہے کہ انسانوں کے بے لگام ہجوم کو کس طرح اپنے کنٹرول میں رکھنا ہے۔

موجودہ دور میں جس طرح ہر چیز نے ترقی کی ہے اسی طرح بکریاں چروا کر جو تربیت ہوتی تھی وہ بھی اب باقاعدہ ایک علم بن گیا، جو بڑے بڑے تعلیمی اداروں میں پڑھایا جاتا ہے۔ اسی علم کو آج سوشل سائنس، پولیٹیکل سائنس، عمرانیات وغیرہ کا نام دیا جاتا ہے۔ سمجھدار لوگ ان علوم میں مہارت حاصل کر کے لوگوں کے دل و دماغ اور وجود سے کام لیتے ہیں۔ سوشل سائنس اور سماجی علوم کی کئی شاخیں ہیں، بڑی بڑی کمپنیاں ایسے ماہرین کی خدمات حاصل کر کے اپنے کاروبار چلاتی ہیں، وہ ماہرین لوگوں کی نفسیات کے مطابق پروڈکٹ میں تبدیلیاں لاتے رہتے

ہیں، اسی طرح ایڈورٹائزنگ کا شعبہ بھی ایسے ہی لوگ چلاتے ہیں۔ ہمارے ہاں دینی طبقہ جن کے اخلاص للّٰہیت اور دینی خدمات میں کوئی شک نہیں، بدقسمتی سے ان علوم سے نابلد رہا۔ بلکہ میں یوں کہوں گا کہ ایک خاص سازش کے تحت اس طبقے کو باقاعدہ منظّم منصوبہ بندی سے محروم رکھا گیا، اوراس کام کے لئے علماء کی سادگی سے بھرپور فائدہ اٹھایا گیا۔ جس طرح ایک تین چار سال کا بچہ ضدی ہوتا ہے، کبھی اسے کہیں دودھ پیو تو وہ کہتا ہے میں نہیں پیوں گا۔ پھر اسے کہو یہ دودھ نہیں پینا تو وہ کہتا ہے میں ضرور پیوں گا، اسی طرح علماء کو مرحلہ وار اس سٹیج پر لایا گیا کہ وہ ضد میں آ گئے اورانہوں نے جدید علوم کو سیکھنے سکھانے سے انکار کردیا۔ جن لوگوں نے اس سٹیج تک لایا انہوں نے اس بات پر اور پکا کرنے کیلئے کئی حربے آزمائے، الٹے سیدھے کام کر کے علماء کو کہتے کہ یہ پڑھاو، علماء ضد میں آ کر کہتے نہیں ہم نہیں پڑھائیں گے۔ چنانچہ اس طرح پچھلی دوصدیوں سے دینی طبقے کو بالکل دیوار سے لگا دیا گیا۔ اب چند سال ہوئے کہ دینی طبقے کو ہوش آیا اور انہوں نے کچھ نہ کچھ اس طرف توجہ کی ہے، لیکن ظاہر ہے اس کے نتائج برآمد ہونے میں چالیس پچاس سال تو لگیں گے، اگر یہ کام پچاس سال پہلے کیا ہوتا تو آج بڑے بڑے دینی ماہرین حکومت، فوج، عدلیہ اور دیگر اداروں میں قیادت کررہے ہوتے۔ ان علوم سے ناواقفیت کا ایک نتیجہ یہ بھی ہے کہ علماء کو یہ لوگ اپنے اپنے مقاصد میں استعمال کرتے رہتے ہیں اور اس بات کا احساس تک علماء کو نہیں ہوتا، ویسے تو اس کی کئی مثالیں ہیں لیکن میں ایک مثال دیتا ہوں، چند سال قبل ایک چینل پر ایک طویل ڈرامہ قسط وار چلنا شروع ہوا، اس چینل نے روٹین کے مطابق اس کی ایڈورٹائزنگ کی یعنی ٹی وی، اخبارات وغیرہ میں۔ اس کے ساتھ ساتھ علماء کے ذریعے اس ڈرامے کی ایڈورٹائزنگ کرانے کا فیصلہ ہوا، چنانچہ چند لوگوں کو ایسے مختلف علماء کے پاس بھیجا جو خطیب اور مقرر تھے، ان لوگوں نے مختلف شہروں میں علماء سے مل کر انتہائی نیازمندی سے کہا حضرت فلاں چینل پر ایک ڈرامہ شروع ہونے والا ہے، اس ڈرامے میں قرآن پاک کی توہین کی گئی ہے، آپ اس کے خلاف آواز اٹھائیں۔ چنانچہ خطیب صاحبان نے نہ تحقیق کی اور معلومات لیں، بس ایک سنی سنائی بات پر جمعے کی تقریروں میں مسجد کے ممبر ومحراب سے اس ڈرامے کی ایڈورٹائزنگ شروع ہوگئی، کہ فلاں ڈرامے کو بند کیا جائے، حکومت ایکشن لے، اب لوگوں میں بھی تجسس پیدا ہوا اور پورے ملک کی عوام اس ڈرامے کو دیکھنے لگی۔ ظاہر ہے اس ڈرامے میں ایسی کوئی بات نہیں تھی اس لئے حکومت یا عدلیہ کو کسی قسم کا ایکشن لینے کی ضرورت ہی نہیں پڑی۔ اگر ہم ان مفید علوم سے اسی طرح کنارہ کش رہے تو دوسرے لوگ ہمیں اسی طرح اپنے اپنے مقاصد میں استعمال کرتے رہیں گے۔

اگر ہم قوم کی قیادت کرنا چاہتے ہیں تو پھر ہمیں قیادت کرنے علوم میں مہارت، تعلیم اور تربیت بھی ضرور حاصل کرنی ہوگی۔ڈاکٹر محمد رفعت پروفیسر جامعہ ملیہ اسلامیہ لکھتے ہیں: مسلمان طلبہ کی ذمہ داری ہے کہ سماجی علوم کی اہمیت کو طبعی علوم سے کم نہ سمجھیں۔ان علوم کو مغربی دنیا میں جس طرح ترتیب دیا گیا ہے اس کا تنقیدی جائزہ لیں۔صحیح اور غلط تصور کائنات میں امتیاز کریں اور انسانی وجود اور کائنات کے اندر پھیلی ہوئی ان نشانیوں کا ادراک کریں جو درست تصور کائنات کی تصدیق کرتی ہیں۔مغربی افکار پر تنقید کے ساتھ ان کی یہ ذمہ داری بھی ہے کہ مبنی بر حقیقت تصور انسان و کائنات کے مطابق، معلومات کو ترتیب دیں اور نئی معلومات کی دریافت و تحقیق کا کام اس جذبے کے ساتھ انجام دیں کہ ایک صالح معاشرے کی تعمیر کرنی ہے جو ان عالم گیر قدروں پر استوار ہو جن کو انسان کی فطرت صالحہ پہچانتی ہے اور وحی الٰہی جن کی تصدیق کرتی ہے۔

صبح کا وقت کتنا پیارا لگتا ہے۔

نماز فجر کے بعد جب تھوڑی تھوڑی روشنی ہونے لگتی ہے تو بہت سہانا وقت ہوتا ہے بلکہ ہم میں سے کچھ لوگ صبح میں ورزش بھی کرتے ہوں گے تاکہ تندرست و توانا رہیں۔کبھی آپ نے اپنے جسمانی ساخت پر غور کیا۔جس جسم کو آپ توانا رکھنا چاہتے ہیں ا؟ عزوجل نے اس میں کیا کیا چیزیں رکھی ہیں؟ اگر ہم اس پر غور کریں تو حیران رہ جائیں۔تو سنیے آج ہم آپ کے لیے ایسی دلچسپ معلومات لائے ہیں کہ آپ بھی حیران رہ جائیں گے۔

فولاد:

انسانی جسم میں اتنا فولاد ہوتا ہے کہ اس سے درمیانے درجے کے سات کیل تیار ہو سکتے ہیں۔

انسانی جسم کی حرارت:

انسانی جسم میں اتنی حرارت ہوتی ہے کہ اس سے چائے کی تین پیالیاں تیار کی جاسکتی ہیں۔انسانی چھینک کی رفتار سو میل فی گھنٹہ ہوتی ہے۔

چربی:

یہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ انسانی جسم میں چربی بھی ہوتی ہے۔لیکن یہ کتنی ہوتی ہے۔اگر بتاؤں تو آپ سوچتے رہ جائیں! پتا ہے کتنی؟ انسان کے جسم میں اتنی چربی ہوتی ہے کہ اس سے تقریباً چار پونڈ صابن تیار ہوسکتا ہے۔

توانائی:

انسانی جسم میں اتنی توانائی موجود ہوتی ہے کہ اگر اس کو برقی توانائی میں تبدیل کیا جائے تو اس سے ساٹھ وولٹ کا بلب دو منٹ تک روشن کیا جاسکتا ہے۔

انسانی خون کی گردش:

میرے ناقص مطالعے کے مطابق،انسان کے جسم میں خون کا ایک قطرہ پچاس سال تک تقریباً بیس ہزار میل کا سفر طے کرتا ہے۔

مرد کی داڑھی:

مرد کی داڑھی ایک سال میں تقریباً سولہ انچ کے حساب سے بڑھتی ہے۔

انسانی جسم کی ہڈیاں:

انسانی ہاتھ میں کل ستائیس ہڈیاں ہوتی ہیں۔ انسانی سر میں آٹھ ہڈیاں ہوتی ہیں۔ انسانی ٹانگ میں اکتیس ہڈیاں ہوتی ہیں، انسانی جسم میں کل دو سو چھ ہڈیاں ہوتی ہیں۔

انسانی جسم میں مسام:

انسانی جسم میں کل پچیس لاکھ مسام ہوتے ہیں۔

انسانی ناخن بڑھنے رفتار:

انسانی ناخن روانہ اوسط اعشاریہ ایک ملی میٹر کے حساب سے بڑھتے ہیں۔

جلد اور انسانی جسم:

انسانی جلد کا وزن پورے جسم کے وزن کے سولہ فیصد ہوتا ہے۔

انسانی جسم میں پانی:

جس طرح دنیا میں سات حصّے پانی ہے۔اسی طرح اگر ہم انسانی جسم کا مطالعہ کریں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ انسان کے جسم میں 65 فیصد پانی ہوتا ہے۔

اللہ کی قدرت:

پھیپھڑے جنھیں انگریزی میں لنگز کہتے ہیں۔ دو ہوتے ہیں دونوں کا ایک ہی کام ہے لیکن انسان کے دونوں پھیپھڑوں میں سے دائیں طرف والا پھیپھڑا بڑا ہوتا ہے۔

ہے نا دلچسپ معلومات کہ انسان بے اختیار کہہ اُٹھتا ہے۔سبحان تیری قدرت۔۔۔۔۔ایسی ہی دلچسپ اور مفید معلومات کے ساتھ پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہوں گے۔ا? ہم سب کو اپنے امان میں رکھے۔آمین

(نکتہ: سید عبدالوہاب شیرازی)

رشتوں کے حوالے سے ایک رپورٹ

اس وقت پاکستان میں تین کروڑ سے زائد لڑکیاں مناسب رشتوں کے انتظار میں بوڑھی ہو رہی ہیں۔ تین لاکھ سے زائد لڑکیاں شادی کے خواب دیکھتے دیکھتے شادی کی عمر گزار چکی ہیں۔ ایک اخباری رپورٹ کے مطابق پاکستان کے ہر تیسرے گھر میں دو سے زائد لڑکیاں ہیں۔ ہر آٹھویں گھر میں لڑکیوں کی تعداد پانچ سے زائد ہے۔ والدین اپنی بچیوں کے ہاتھ پیلے کرنے کی آس میں بوڑھے ہو رہے ہیں اور انہیں موزوں رشتے دستیاب نہیں۔

لڑکیوں کے والدین اچھے کھاتے پیتے لڑکے کے انتظار میں لڑکیوں کو گھر بٹھائے رکھنے پر مجبور ہیں جب ان لڑکیوں کی عمر بڑھنے لگتی ہے اور 35 سال کی ہو جاتی ہیں تو پھر وہ اَن پڑھ اور عام رشتے ہی قبول کرنے پر تیار ہو جاتے ہیں۔ رپورٹ کے مطابق پاکستان میں لڑکیاں اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں جبکہ لڑکے لڑکیوں سے تعلیم کے لحاظ سے پیچھے ہیں۔ بیس سال سے کم عمر لڑکے لڑکیوں کی شرح دس فیصد بھی نہیں رہی لڑکے اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کا بہانہ اور نوکری لگنے کا کہہ کر ٹالتے رہتے ہیں۔ لڑکیوں کی شرح پیدائش بھی لڑکوں سے بہت زیادہ ہو چکی ہے۔ اگر یہی حال رہا تو مستقبل میں شادی مزید گھمبیر مسئلہ بن جائے گی ان خطرناک حالات میں ترغیب نہیں بھرپور تحریک کی ضرورت ہے۔

جب کسی چیز کی بہتات ہو جائے تو اس کی قیمت کم ہو جاتی ہے، لوگ اس کی قدر نہیں کرتے، اس کی حفاظت نہیں کرتے، اس پر چوکیدار نہیں بٹھاتے، اسے چھپاتے نہیں، اگر کوئی اس کی ناقدری کرے تو پرواہ نہیں کرتے۔ مثلا آپ پانی کو لے لیں، ہمیں اللہ تعالیٰ نے پانی وافر مقدار میں دیا ہے، پینے کے لئے ہمیں مفت میں دستیاب ہے، آپ کسی سے پانی کا گلاس مانگیں، کسی ہوٹل کے پاس سے گزرتے ہوئے پانی کا گلاس پی لیں آپ سے کوئی پیسے نہیں مانگے گا، آپ پانی کا گلاس گرا دیں آپ سے کوئی نہیں پوچھے گا۔ پانی کے مقابلے میں آپ پٹرول یا سونے کو لے لیں یہ دونوں قیمتی چیزیں ہیں لوگ ان کی قدر کرتے ہیں، حفاظت کرتے ہیں، چوکیدار بٹھاتے ہیں اگر کسی کے پاس سونا ہو تو ہر کسی کو نہیں بتاتا کہ میرے پاس سونا ہے اسے چھپانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ ایسا کیوں ہے؟ اس لئے کہ یہ دونوں قیمتی ہیں، مقدار میں کم ہیں، مانگ زیادہ ہے۔ یہ اصول تقریباً ہر چیز کا ہے۔ بالکل اسی طرح کا معاملہ اس وقت عورت کا بھی ہے۔ دنیا میں عورتوں کی تعداد مردوں سے زیادہ ہے، جس کی وجہ سے عورت کی قدر و قیمت ختم ہو گئی ہے۔ اس

قدر و قیمت کو ختم کرنے میں ہمارے دشمن کے ساتھ ساتھ ہماری عورت کا اپنا قصور بھی ہے۔لوگوں کی بیٹیوں کو رشتے نہیں مل رہے جس کی وجہ سے وہ پریشان ہیں، زنا عام ہو رہے ہیں، جس معاشرے میں نکاح مہنگا ہو جائے اس معاشرے میں زنا سستا ہو جاتا ہے۔آپ نکاح کا تصور کریں آپ کے ذہن میں فوراً ڈیڑھ دو لاکھ کا بجٹ آجائے گا، لیکن زنا کا سوچیں تو صرف چار پانچ سو میں دستیاب ہے (نعوذ باللہ)۔بعض والدین اپنی بیٹیوں کو کسی کے ساتھ دوستی لگاتے ہوئے دیکھ لیتے ہیں مگر صرف نظر کر لیتے ہیں کیوں؟ اس لئے کہ کسی طریقے سے دوستی لگ جائے اور ہماری بیٹی کو رشتہ مل جائے۔اگر آج کے مسلمان نبیوں اور صحابہ کی سنت کو زندہ کرتے ہوئے ایک سے زائد شادیاں کرنا شروع کر دیں تو کنواری عورتوں کی تعداد کم ہو جائے گی، جس سے ان کی قدر و قیمت میں اضافہ ہوگا۔مانگ زیادہ ہوگی تو قیمت بڑھ جائے گی، لوگ اپنی بیٹی کو چھپا کر رکھیں گے بے دین بھی اپنی بیٹی سے پردہ کروائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے ہر چیز ایک خاص اندازے سے پیدا کی ہے: (انا کل شیءخلقناہ بقدر) ہم نے ہر چیز کو ایک متعین اندازے سے پیدا کیا ہے۔اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر شئی کو حکمت کے ساتھ ایک اندازے سے پیدا کیا ہے تو جس خالق نے مردوں میں عورتوں سے زائد جنسی رغبت رکھی اس نے اسی حساب سے مردوں کے مقابلے میں زائد عورتوں کو پیدا بھی کیا ہوگا، تاکہ ایک مرد اپنی اس فطرت کے موافق عورتوں کو خواہ وہ عورتیں اپنی قوم کی ہوں یا اگر اپنی قوم میں عورتوں کی تعداد کم ہو تو دوسری اقوام کی عورتوں سے نکاح کر کے بیک وقت متعدد کو بسہولت نکاح میں جمع بھی کر سکتے۔بیل، گائے، بکرا، بکری اور مرغا، مرغی وغیرہ میں نر و مادہ کی شرح پیدائش اس لئے برابر ہوتی ہے کہ ان اجناس میں ''نر'' ذبح ہونے اور گوشت کھانے کے لئے یا کسی اور طرح سے مرنے کے لئے ہوتے ہیں، توالدو تناسل کے لئے صرف ایک نر متعدد مادہ کے لئے رکھا جاتا ہے۔عین اسی اصول کے مطابق عجیب بات ہے کہ وہ قوم جس کے مرد اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرتے ہوئے کثرت سے قربان اور شہید ہونے لگیں تو مشاہدہ ہے کہ اس قوم میں اللہ تعالیٰ لڑکوں کی شرح پیدائش بڑھا دیتے ہیں۔چنانچہ افغانوں کے ہاں سنا ہے کہ لڑکوں کی شرح پیدائش لڑکیوں سے زیادہ ہے۔فلسطین میں بھی یہی صورتحال ہے۔

اولیا کی طرف سے نکاح میں بے جا تاخیر بھی تشویش ناک صورتحال اختیار کر چکی ہے، بعض والدین کی یہ بُری عادت ہوتی ہے کہ وہ اپنی بچی کے لئے آنے والے پیغام نکاح کو فضول قسم کی باتوں کی وجہ سے رد کر دیتے ہیں۔مثلاً بعض والدین کئی کئی پیغام نکاح مہر کی زیادتی کی تلاش میں ٹھکرا دیتے ہیں، بعض لڑکے میں یا اس کے خاندان میں فضول

قسم کے عیب نکال کر پیغام نکاح ٹھکرا دیتے ہیں، پھر اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ لڑکی اپنی عمر کا ایک بہترین حصہ گزار لیتی ہے اس کے بعد اس کے پیغام آنا بند ہو جاتے ہیں اور اس طرح وہ ساری عمر گھر میں گزارتی ہے۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ جب کسی گھر میں کوئی بچی جوان ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم کرتے ہیں کہ فلاں فلاں کے دل میں یہ الہام کرو کہ وہ جا کر اس بچی کا رشتہ مانگیں، فرشتے مختلف لوگوں کے دلوں میں یہ الہام کرتے ہیں کہ وہ جا کر فلاں لڑکی کا رشتہ اپنیلیڑ کے کے لئے مانگیں، اس طرح کچھ لوگ اس بچی کا رشتہ مانگنے کے لئے جاتے ہیں۔ اب اگر بچی کے والدین سمجھدار ہوں تو وہ اس پیغام نکاح کو قبول کر لیتے ہیں ورنہ جب وہ اس پیغام نکاح کو ٹھکراتے ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ بھی انہیں اپنے حال پر چھوڑ دیتا ہے کہ اب اپنی بچی کے لئے رشتہ خود تلاش کرو اس طرح پھر انہیں رشتہ نہیں ملتا اور وہ شکایتیں کرتے پھرتے ہیں کہ ہماری بچی کا رشتہ نہیں آ رہا۔

ایسے والدین کے بارے میں علمائے حنابلہ جن کا مذہب ہے کہ بلا اجازت ولی عاقلہ بالغہ لڑکی کا نکاح سرے سے منعقد ہی نہیں ہوتا تو ان کے نزدیک بھی اگر کسی لڑکی کا باپ زیادہ مہر کی لالچ میں لڑکی کو گھر میں بٹھائے رکھے اور پے درپے متوجہ ہونے والے رشتوں کو مسلسل رد کر کے بچی کے نکاح میں غیر معمولی تاخیر کا سبب بن رہا ہو تو اس عمل سے لڑکی کے باپ کی ولایت ساقط ہو جائے گی۔ چنانچہ سعودی عرب کے ایک جید حنبلی عالم شیخ صالح العثیمین رحمہ اللہ ایک فتوے میں فرماتے ہیں: آپ نے بعض لوگ دیکھے ہوں گے کہ جنہیں ان کی بچی کیلئے نکاح کا پیغام بھیجا جاتا ہے اور پیغام بھیجنے والا اس لڑکی کا ہم پلہ (کفو) بھی ہوتا ہے مگر اس کا باپ اسے مسترد کر دیتا ہے، پھر (اس جیسا) کوئی دوسرا پیغام بھیجتا ہے اسے بھی اور پھر اس کے بعد ایسے کسی تیسرے کو بھی مسترد کرتا رہتا ہے تو جو شخص ایسی عادت کا ہو تو بچی کے نکاح کے معاملے میں اس کی ولایت ساقط ہو جائے گی اور اس باپ کے سوا کسی دوسرے قریبی ولی کے لئے جائز ہو گا کہ وہ اس لڑکی کا نکاح کرا دے (اگرچہ باپ راضی نہ ہو)۔

آج لڑکیوں کو رشتے نہیں مل رہے عورتوں کی تعداد زیادہ ہے جس کی وجہ سے عورت کی قدر و قیمت اور ویلیو کم ہو گئی ہے، نکاح مہنگا اور زنا سستا ہو چکا ہے۔ آپ نکاح کا تصور کریں فوراً ذہن میں دو تین لاکھ کا بجٹ آ جائے گا، مگر زنا کا سوچیں تو چار پانچ سو میں بھی دستیاب ہے ان تمام مسائل کا حل یہ ہے کہ ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ اور صحابہ کرام کی زندگیوں سے سبق حاصل کر کے چلیں۔

خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کا عمل بھی ہمارے لئے مشعل راہ ہے، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے چار شادیاں

کیں، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آٹھ شادیاں کیں، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے آٹھ شادیاں کیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نو شادیاں کیں۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی شادیوں کی تعداد باقی خلفا کے مقابلہ میں کم ہے کیونکہ ان کی عمر کا کم زمانہ اسلام میں گزرا باقی خلفا سے عمر میں بھی بڑے تھے، دوسرے نمبر پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں، اور پھر تیسری نمبر پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہیں انہوں نے آٹھ شادیاں کیں، چوتھے نمبر پر حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں جنہوں نے نو شادیاں کیں اور وفات کے وقت چار بیویاں اور 19 باندیاں تھیں، چونکہ ان کی عمر کا زیادہ حصہ اسلام میں گزرا اس لئے انہوں نے اسلامی تعلیمات سے متاثر ہو کر باقی خلفا سے زیادہ شادیاں کیں۔

اگر زیادہ شادیاں کرنا جاہلیت کا دستور ہوتا تو پھر سب سے زیادہ شادیاں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی ہونی چاہئے تھیں اور سب سے کم حضرت علی رضی اللہ عنہ کی، کیونکہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی عمر کا زیادہ حصہ جاہلیت میں گزرا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عمر کا زیادہ حصہ اسلام میں گزرا، معلوم ہوا زیادہ شادیوں کی اتنی ترغیب اسلام نے ہی دی۔

فحاشی کے خاتمے کے لئے اچھی مثال

چند سال پہلے کی بات ہے جب تبلیغی جماعت کے مفتی زین العابدین رحمہ اللہ نے فیصل آباد میں فحاشی کے اڈے کے خلاف تقریریں اور شعلے برسانے کے بجائے عجیب فیصلہ کیا، اس واقع کی تفصیل جناب مصطفیٰ صادق صاحب کی زبانی ملاحظہ فرمائیں، وہ لکھتے ہیں:

آج کل وقتاً فوقتاً اجتماعی شادیوں کا ذکر پڑھنے اور سننے میں آتا ہے لیکن بہت کم لوگوں کو یہ معلوم ہوگا کہ اجتماعی شادیوں کی ایک تاریخی روایت جو ہر لحاظ سے مثالی نوعیت کی روایت قرار دی جاسکتی ہے مفتی زین العابدین صاحب رحمہ اللہ نے قائم کی تھی۔

اجتماعی شادیوں کا یہ واقعہ عملاً رونما نہ ہو چکا ہوتا تو شاید اس پر یقین کرنا چنداں آسان نہ ہوتا۔ لیکن اسے قدرت کا کرشمہ کہئے یا حضرت مفتی صاحب کی کرامت اور ان کے مخلص دوستوں اور متعلقہ سرکاری حکام کی معاونت کا اعجاز قرار دیجئے کہ فیصل آباد کے چنیوٹ بازار کے باسیوں میں ایسی 42 خواتین بھی تھیں جو مسلمان معاشرے پر سیاہ دھبوں کی حیثیت رکھتی تھیں۔ ان خواتین کی کونسی مجبوریاں تھیں جو انہیں اس بازار میں لانے پر مجبور کر چکی تھیں۔ اس کا

دانشورانہ تجزیہ کرنے کے ساتھ ساتھ حضرت مفتی صاحب نے اپنی ذہنی صلاحیتوں کو تبلیغی مشن کا حصہ بناتے ہوئے اس مہم پر صَرف کرنے کا فیصلہ کیا کہ ان خواتین کے لئے مسلمان معاشرے کی شایانِ شان زندگی گذارنے کے مواقع فراہم کئے جاسکیں۔

چنانچہ اپنے دو اہم معاونین مولانا عبدالرحیم اشرف اور خان شیریں گل کے ساتھ شبانہ روز مشوروں کے بعد اس وقت کے پولیس حکام کو اعتماد میں لیا گیا۔ مجھے یاد پڑتا ہے کہ ان خواتین کو چنیوٹ بازار سے نقل مکانی کے لئے آمادہ کرنے کے ساتھ ساتھ پیپلز کالونی میں اعلیٰ پائے کے چند مکانات کا انتظام بھی کرلیا گیا۔ مرحلہ وار پروگرام کے مطابق جب تمام خواتین پیپلز کالونی میں اعلیٰ پائے کے چند مکانات میں قیام پذیر ہوگئیں تو حضرت مفتی صاحب کے تعاون سے بعض شرفا نے خاموشی کے ساتھ ان خواتین کے گھر بسانے کے مناسب انتظامات کی کوششیں شروع کردیں۔ اس دوران ایک مرحلہ ایسا بھی آیا کہ جب ان خواتین کو ایک وسیع ہال میں جمع کیا گیا، مفتی صاحب نے اپنی اہلیہ سمیت بعض دوسرے دوستوں کی بیگمات کو بھی ان خواتین کے ساتھ میل جول کے لئے ذہنی طور پر تیار کیا اور انہیں مناسب مشورے بھی دیئے۔ اس کے بعد وہ اہم ترین مرحلہ آتا ہے جو عملی طور پر مفتی صاحب زندگی بھر تبلیغ وارشاد اور توبہ واستغفار کے لئے جانے کہاں کہاں کیا کیا معرکے سرانجام دیتے ہوں گے لیکن آج کے اس معرکے کا اپنا ہی ایک مقام تھا۔ کوئی دوسرا نہیں خود حضرت مفتی صاحب کی اہلیہ محترمہ کی روایت اس ناچیز تک پہنچی ہے کہ حضرت مفتی صاحب نے توبہ واستغفار کیموضوع پر جو کچھ بھی فرمایا اس کے اثرات ایسے انمٹ اور نمایاں تھے کہ بس آنسوؤں کی لڑی تھی جس نے ہر آنکھ کو اشکبار کر رکھا تھا۔ داستان بہت طویل ہے، خلاصہ یہ کہ ایک ایک خاتون کی رخصتی کا اہتمام کیا گیا، نکاح اور رخصتی میں دلچسپی لینے والے شرفا نے انہیں اپنی بہنوں اور بیٹیوں کی طرح رخصت کیا سوائے ایک خاتون کے سب کے نکاح ہوئے۔

بلاشبہ یہ ایک مثالی واقعہ ہے، ضرورت اس بات کی ہے کہ اسی طرح ایسی عورتوں کو عزت کا مقام دے کر ان کی شادیاں کرائی جائیں۔ مفتی صاحب کی یہی خصوصیات ان کے شاگرد مولانا طارق جمیل صاحب میں بھی ہیں چنانچہ اسی طریقہ کار پر عمل کرتے ہوئے انہوں نے کئی معاشرے گندے طبقے کے لوگوں پر محنت کی اور دیکھتے ہی دیکھتے کئی ایسی خواتین، ہیجڑے اور ایکٹر راہ راست پر آگئے۔

جیسا کہ میں نے گذشتہ مضمون میں اس بات کی وضاحت کی تھی کہ اصل بات یہ ہے کہ خواتین کی تعداد ہر زمانے

میں مردوں سے زیادہ رہتی ہے، اسی وجہ سے اللہ نے مردوں کو ایک سے زیادہ شادیوں کی اجازت بھی دی ہے، اگر تعداد برابر ہوتی تو شاید یہ اجازت نہ ہوتی۔ لیکن ہم نے دوسری شادی، بیوہ کی شادی، رنڈے کی شادی کو گناہ کا کام سمجھنا شروع کر دیا ہے جس کا نتیجہ زنا، معاشرتی بگاڑ کی صورت میں ظاہر ہو رہا ہے۔ آیئے ذرا اس جھلک کو دیکھیں کہ دورِ صحابہ میں نکاح کیسے ہوتے تھے، اور اس وقت زیادہ شادیاں کرنے کی وجہ سے عورت کتنی قیمتی ہوتی تھی اس کی ویلیو کتنی زیادہ تھی چند واقعات ملاحظہ کریں۔

حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آپ کے شوہر نے طلاق دی تو حضرت معاویہ اور ابوالجہم رضی اللہ عنہما نے نکاح کا پیغام بھیجا، ایک طلاق یافتہ عورت کی طرف حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جیسے قریشی سردار ابن سردار اور حضرت ابوالجہم بیک وقت دو شخصیات نکاح کا پیغام بھیج رہی ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوا تو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ بنت قیس کے اولیا سے فرمایا کہ "اما معاویہ فصعلوک" یعنی معاویہ انتہائی فقیر و مسکین ہیں، لہٰذا ان سے اپنی بچی کا نکاح نہ کرو اور "اما ابوالجہم" رہے ابوالجہم "فلا یضع عصاہ عن عاتکہ" تو وہ ایسی سخت طبیعت کے ہیں کہ ان کی لاٹھی ان کے کندے سے کبھی نہیں اترتی، لہٰذا ان دونوں کو چھوڑ کر اسامہ بن زید سے نکاح کرو۔ دیکھیں کیسا معاشرہ تھا کہ بیوہ کے لئے اتنے بڑے بڑے رشتے آ رہے ہیں کہ نبی صلی اللہ کو مداخلت کر کے فیصلہ کرنا پڑتا ہے۔ یہ سب تعدد ازواج کی برکات تھیں۔

اسما بنت عمیس جو اپنے جوان شوہر جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے غزوہ موتہ میں شہید ہونے کے بعد بیوہ ہو گئیں ان کے بارے میں روایات میں ہے: کہ ابھی عدت گزری ہی تھی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نکاح کا پیغام بھیجا جسے حضرت اسما نے قبول کر لیا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ سے نکاح فرمایا اور پھر ولیمہ کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی آپ سے نکاح کی خواہش ظاہر کی مگر حضرت اسما بنت عمیس نے یوں کہہ کر انکار کر دیا: اے ابوالحسن آپ رہنے دیں کیونکہ آپ ایک ایسے شخص ہیں کہ جن کی طبیعت میں سنجیدگی نہیں۔ دیکھیں اس موقع پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اگر یہ سوچتے کہ میں تو پہلے ہی دو شادیاں کر چکا ہوں مزید ایک اور شادی سے کہیں پہلی دو کا ثواب بھی کم نہ ہو جائے یا خواہ مخواہ میں مجھے خود پر اتنے سارے بال بچوں کی فکر مسلط کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ بیویوں میں عدل نہ ہو سکا تو قیامت میں اللہ تعالیٰ کو کیا جواب دوں گا لہٰذا اطمینان قلب کے ساتھ دین و دنیا کے کاموں میں ہمہ تن مشغول رہنا چاہیے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد اسما بنت قیس کی طرف حضرت علی نے دوبارہ پیغام نکاح بھیجا

جوانہوں نے قبول کرلیا۔

صحابہ کرام کے واقعات میں آپ کو ایسا بکثرت ملے گا کہ ایک ایک عورت چار چار مرتبہ بیوہ ہوئی اور کبھی بھی اس کو شادی میں کوئی مسئلہ پیش نہیں آیا نہ تو وظیفے پڑھے اور نہ ہی بزرگوں سے دعائیں کروانے کی ضرورت محسوس ہوئی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی طرف پیغام نکاح بھیجا، انہوں نے یہ کہہ کر پیغام مسترد کردیا کہ مجھے ان سے نکاح میں کوئی رغبت نہیں۔

امیر المومنین نے ایک پیغام ام ابان بنت عتبہ بن شیبہ کی طرف بھیجا ام ابان رضی اللہ عنہ نے بھی یہ کہہ کر انکار کردیا کہ سخت طبیعت کے ہیں۔ یہ سارے انکار اس لئے ہو رہے تھے کہ ان کو یقین تھا کہ ہمیں اپنی مرضی کا رشتہ مل جائے گا۔

عربوں اور افغانوں کے وہ قبائل اور وہ ممالک جہاں تعدداز دواج کا رواج ہے ہمارے معاشرے کے برعکس کوئی مرد جو اعلیٰ تعلیم یافتہ اور بہترین روزگار کا حامل ہو اپنی پھوپھی زاد، چچازاد یا ماموزاد بہنوں سے نکاح کی کوشش کرت ہے اور یوں وہاں تعلیم سے عاری اور غریب خواتین کے والدین بھی اپنے خاندان کے اعلیٰ تعلیم یافتہ اور برسرِ روزگار مردوں کو چھوڑ کر خاندان سے باہر رشتے تلاش کرنے اور خاک چھاننے پر مجبور نہیں ہوتے۔

ہمارے معاشرے میں عورت پر ظلم ہوتا ہے، افغانوں کے ہاں ہمارے بالکل برعکس مرد کی مجبوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے لڑکی کے والدین اپنے داماد کی اچھی خاصی کھال کھینچ لیتے ہیں، مہر کی رقم کے علاوہ لڑکی کا باپ داماد سے اپنی جیب بھرنے کے لئے بھی اچھی خاصی رقم وصول کرتا ہے اور کئی لاکھ روپے وصول کرکے اپنی بچی کے نکاح پر آمادہ ہوتا ہے، یہ رسم بلاشبہ ناجائز اور حرام ہے اور شریعت اس کی حوصلہ افزائی ہرگز نہیں کرتی مگر ان باتوں کے باوجود اس سے اتنا تو ثابت ہوتا ہے کہ اس معاشرے میں نکاح کے حق میں عورت کی کیا قدر و قیمت ہے۔

ہمارے معاشرے کی بے حسی دیکھیں کہ لڑکا شادی کی پہلی رات بھی عورت کے بستر پر گزارتا ہے اور بالکل شرم محسوس نہیں کرتا، ساری زندگی عورت کے برتن اور فرنیچر استعمال کرتا ہے۔

نکاح یا سوداگری

حدیث شریف کا مفہوم ہے کہ نکاح میں چار چیزیں دیکھی جاتی ہیں:

۱۔خاندان، ۲۔دین، ۳۔حسن، ۴۔مال اور پھر فرمایا تم دین کو ترجیح دو۔

اور حدیث کا مفہوم ہے کہ سب سے بابرکت نکاح وہ ہے جس میں اخراجات کم سے کم ہوں۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ان تعلیمات کی روشنی میں صحابہ کرام نے رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اپنے نکاحوں کو انتہائی سادہ بنا دیا، جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کے نکاحوں میں برکت رکھ دی۔

لیکن آج ہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ اور صحابہ کرام کی سنت سے اعراض کیا جس کی وجہ سے ساری برکتیں سلب ہوگئیں۔ آج شادیاں ہوتی ہیں جن کے لئے لوگ ساری ساری زندگی کماتے ہیں اور پھر شادی کے دو دنوں میں پانی کی طرح پیسہ بہاتے ہیں۔ مقابلہ بازی ہوتی ہے کہ فلاں نے اپنی شادی میں اتنا پیسہ ناچنے والوں پر خرچ کیا تھا ہم اتنا خرچ کریں گے۔

ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر سرخی دیکھی تو فرمایا یہ کیا ہے؟ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے فرمایا حضور میں نے نکاح کیا ہے، اللہ اکبر ایک چھوٹی سے بستی میں بسنے والوں کو بھی خبر ہی نہ ہوئی کہ اس بستی کا سب سے امیر ترین انسان نکاح کرتا ہے اور کسی کو خبر تک نہیں ہوتی۔

جس دور میں ہم جی رہے ہیں آج نکاح بہت کم ہوتے ہیں، یا مقابلہ بازی ہوتی ہے، یا ریاکاری ہوتی ہے، یا سوداگری ہوتی ہے۔ شاید آپ کو یہ لفظ بہت عجیب لگے کہ نکاح کے بجائے سوداگری کا کیا مطلب ہے؟ جی جناب آج کے دور میں بہت سارے لوگ سوداگری بھی کرتے ہیں۔ یعنی بولی لگاتے ہیں اتنی اتنی رقم دو گے تو نکاح ہوگا۔ ظاہر بات ہے جب اس طرح دونوں طرف سے جب سودا کیا جاتا ہے تو پھر وہ محبت اور پیار کبھی بھی پیدا نہیں ہوسکتا جو ایثار کے جذبے سے اللہ تعالیٰ پیدا فرما دیتے ہیں۔ چنانچہ میاں بیوی دونوں اپنے اپنے ہتھیار استعمال کرنے کی ایک دوسرے کو دھمکیاں دیتے رہتے ہیں۔ اس کے مقابلے میں اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کی روشنی میں نکاح میں کم سے کم خرچ کیا جائے اور ایک دوسرے کے ساتھ ایثار والا معاملہ کیا جائے تو اللہ تعالیٰ میاں بیوی کے دل میں اس ایثار کی وجہ سے محبت اور الفت پیدا فرماتے ہیں اور اس طرح ان کی ساری زندگی اسی طرح ایک دوسرے کے ساتھ ایثار کرتے ہوئے گزرتی ہے۔

ہمارے معاشرے میں دوسری بڑی خرابی رشتے کے انتخاب میں غلط ترجیحات ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ترجیح بتائی وہ "دین" ہے، یعنی لوگوں کی مختلف ترجیحات ہوتی ہیں بعض حسن کو ترجیح دیتے ہیں اور بعض خاندان کو، بعض مال کو اور بعض دین، ان میں سب اعلیٰ چیز جسے ترجیح دینی چاہئے اور ترجیحات میں پہلے نمبر پر رکھنا چاہئے وہ دین

ہے۔ ہر انسان کی ترجیحات مختلف ہوتی ہیں اس کا خیال بھی رکھا جا سکتا ہے لیکن دین کے بعد یعنی پہلی ترجیح دین ہونا چاہئے اس کے بعد باقی تین چیزوں میں جیسے مناسب ہو کر لیا جائے، مثلا

ا۔دین ۲۔خاندان ۳۔مال ۴۔حسن ا۔دین ۲۔مال ۳۔حسن ۴۔خاندان

ا۔دین ۲۔حسن ۳۔خاندان ۴۔مال ا۔دین ۲۔خاندان ۳۔حسن ۴۔مال

ایک صاحب کہنے لگے یہ بچے میری پہلی بیوی سے ہیں جن کو میں نے طلاق دے دی تھی، جب ان سے پوچھا کیوں طلاق دی؟ کہنے لگے بدزبان تھی، اس پوچھا اب اس کا نکاح ہوگیا؟ کہنے لگے تھوکے ہوئے مال کو کون چاٹتا ہے۔۔۔؟؟؟؟؟ (استغفر اللہ)

ان صاحب نے جیسی بھی بات کی بہرحال ہمارے معاشرے کی صحیح تصویر کشی کی ہے۔اس کے مقابلہ میں صحابہ کے زمانے میں جو کچھ ہوتا تھا اسے دیکھ کر اللہ تعالیٰ کو قرآن میں کہنا پڑا کہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ تم بیوگان کے نکاح میں غیر معمولی رغبت کے باعث انہیں عدت گزرنے سے قبل بھی نکاح کے سلسلے میں کسی نہ کسی طرح ضرور یاد کرو گے، لہٰذا اس رغبت وشوق کی رعایت کی خاطر تمہیں اشارہ اور گول مول طریقے سے عدت سے قبل بھی پیغام نکاح بھیجنے کی اجازت ہے۔

یاد رکھیے! کل آپ کی بیٹیوں میں سے بھی کسی کو طلاق ہو سکتی ہے، اگر آپ اپنے قول وعمل سے اپنی بیوی پر اضافی ترس کا ثواب حاصل کرنے کی خاطر اپنے خاندان کا جمود توڑنے کو تیار نہیں تو ممکن ہے کہ آپ کی کسی بچی یا پوتی، نواسی کو طلاق ہو اور وہ بھی ''تھوکے ہوئے مال'' کی فہرست میں اس طرح سے داخل ہو جائے کہ آپ کے خاندان کا کوئی مناسب اور اس بچی کا ہم پلہ اور کفو اس سے نکاح کو ''تھوکے ہوئے مال کو چاٹنا'' سمجھے اور اس نکاح پر آمادہ نہ ہو یا ممکن ہے کہ آپ کی کوئی بچی حسن وجمال والی نہ اور آپ کا متوقع داماد یہ سوچ کر اسے مسترد کر دے کہ شادی زندگی میں صرف ایک بار ہوتی ہے، جیسا کہ آپ نے اپنی باری میں بھی یہی سوچا تھا تو مسلمانوں بتاؤ کیا یہ عورت پر ظلم نہیں؟؟ اگر ظلم ہے تو ظالم کون ہے۔۔۔؟؟ کیا اب بھی وہ شخص ظالم نہیں جو استطاعت کے باوجود ان حالات میں بھی ایک زوجہ پر قناعت کو سعادت سمجھے۔۔۔؟

کئی ایسے واقعات بھی مشاہدے میں آتے رہتے ہیں کہ ایک شخص کی بیٹی کا رشتہ نہ ہوا، اس کی عمر بڑھنے لگی تو اس نے ہر طرف سے ناکام اور پریشان ہو کر بالآخر اپنی بیٹی کو کالج میں داخل کر دیا کہ خود ہی کسی سے دوستی لگا کر شادی کر لو۔

اب آپ خود سوچیں اس صورت میں کیا ہوگا۔۔؟؟ کیا وہ لڑکی دوستی لگا کر شادی کرلے گی۔۔؟؟ کیا ہوگا یہی نا کہ وہ کبھی ایک سے دوستی لگائے گی کبھی دوسرے سے۔لڑکوں کو تو کوئی مسئلہ نہیں شادی تو وہ اپنی مرضی سے کریں گے کیونکہ یہ زندگی میں صرف ایک بار کرنی ہے، البتہ اس لڑکی سے دوستی وقت گزاری اور شہوت پوری کرنے کے لئے لگائیں گے،اس طرح اس بے چاری کی عزت بھی تارتار ہوجائے گی اور شادی بھی نہیں ہوگی۔

آئے دن اخبارات میں پڑھنے اور سننے میں یہ خبریں آرہی ہیں کہ فلاں لڑکی اپنے اہل خانہ کی رضامندی کے بغیر اپنے ایک شناسا کے ساتھ گھر سے نکل گئی بلکہ معاملہ اب تو اس قدر آگے بڑھ گیا ہے کہ مسلمان لڑکیاں اپنے غیر مسلم ساتھی، عاشق اور دوست کے ساتھ نکل جارہی ہیں،ابھی چند دن پہلے مسلمانوں کے اجتماعی و دینی معاملات میں دلچسپی رکھنے والے ایک صاحب علم نے اس حقیقت کا انکشاف کیا کہ میرے رہائشی شہر کے قریب ایک صنعتی شہر میں 200 سے زائد مسلمان لڑکیوں نے غیر مسلموں سے شادی کرلی ہے اور اس سے بھی کربناک وافسوسناک خبر یہ کہ حیدرآباد کی ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ شکل وصورت کی مالک دولت مند باپ کی 24 سالہ بیٹی ایک موچی ذات کے 40 سالہ ہندو سے عشق ومعاشقہ کے بعد شادی کرلیتی ہے اور جب اس شادی کو رسمی شکل دینے کی بات آئی تو اس تقریب میں اس لڑکی کا نام نہاد مسلمان باپ اپنے پچاس سے زائد رشتہ داروں کے ساتھ بڑی گرم جوشی سے شرکت کرتا ہے، یہ اور اس قسم کی خبریں جو آئے دن اخبارات کی زینت بن رہی ہیں اس امر کی عکاسی کررہی ہیں کہ موجودہ دور میں مسلمان نہ صرف اپنا دین واخلاق بلکہ اپنا تشخص بھی کھوتے جارہے ہیں۔

ورزش کی اھمیت

جسم انسانی کی صحت کے لیے ورزش کی اہمیت ہر دور میں تسلیم کی گئی ہے اور کوئی اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا کہ ورزش ہر عمر میں یکساں مفید ہے۔جسم کی مثال ایک مشین کی مانند ہے اگر کسی مشین کو استعمال میں نہ لایا جائے تو زنگ آلود ہو جاتی ہے اور زنگ آلود مشین کی کارکردگی سے ہم سب واقف ہیں کہ کتنی جلد وہ جواب دے جائے گی۔اس طرح اگر جسم انسانی کو مناسب حرکت نہ دی جائے تو نہ صرف موٹاپا آجائے گا بلکہ مشین کے اعضاء خراب ہو کر صلاحیت عمل میں فرق آجائے گا۔

ورزش کم ہو یا زیادہ ہر صورت میں مفید ہے۔ بلکہ ایک بہترین ٹانک ہے جس سے جسم چاک و چوبند رہتا ہے اور قوت و چستی کا احساس ہوتا ہے۔ ہمارے ہاں ہاتھ پاؤں کو حرکت دینے کا نام ورزش دیا جاتا ہے یہ ایک نامکمل تشریح ہے۔ جب ہم جسم کو اس طرح حرکت دیں کہ جس سے پورا جسم حرکت میں رہے اور یہ عمل روزانہ کچھ وقت کے لیے باقاعدگی سے کیا جائے تو اسے ورزش کا نام دیا جا سکتا ہے۔

کبھی کبھار ورزش کرنا بجائے فائدے کے نقصان دہ ہو سکتا ہے اس لیے اگر آپ ورزش کے فوائد حاصل کرنا چاہتے ہیں تو یہ باقاعدگی سے کی جائے تاہم ہر عمر اور جسم کے لحاظ سے اس کا تقاضا ضرورت الگ الگ ہے۔تیس سال سے قبل عمر میں زوردار اور تھکا دینے والی ورزش مناسب ہے دوران ورزش خون کی رفتار میں اضافہ ہو جاتا ہے جسم کے ہر حصے میں خون کی فراہمی بڑھ جاتی ہے، سانس کی رفتار بڑھتی اور سانس گہرے ہو جاتے ہیں اور یہ سانس خون کی نالیاں جو بند ہو چکی ہوں چلانے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔

ورزش سے چربی پگھلتی اور موٹاپا ختم ہوتا۔سانس سے مراد آکسیجن ہے آکسیجن خون کے ساتھ مل کر ہمارے جسم کے تمام اعضاء میں،اعضا کی تمام بافتوں میں اور بافتوں کے تمام خلیات میں پہنچ کر انہیں زندہ اور متحرک رکھتا ہے۔ ہماری سانس کے ساتھ جو آکسیجن جسم کے اندر جاتی ہے اس کی مدد سے ہمارے پھیپھڑے (جگر) خون صاف اور طاقتور بناتے ہیں۔ نیلے رنگ کی رگیں استعمال شدہ خون کو واپس لوٹاتی ہیں اور سرخ رنگ کی شریانیں خون کی سرخ ذرات کو ایک ایک خ لیے تک پہنچاتی ہیں۔

جسم کے جن خلیات کو سرخ رنگ کا خون نہیں ملتا مثلاً ہارٹ اٹیک میں تو دل کے وہ خلیات مردہ ہو جاتے ہیں اور دوبارہ زندہ نہیں ہوتے۔ ورزش سے آکسیجن اور خون کا بہاؤ تیز ہو کر خون صاف ہو کر ایک ایک خ لیے تک پہنچ جاتا ہے۔ صرف پھیپھڑوں اور خون ہی نہیں بلکہ جسم کا ہر عضو معدہ جگر مثانہ گردے اور دماغ سب کی کارکردگی بہتر ہو جاتی ہے۔ ورزش سے دماغی اعصاب کو طاقت ملتی ہے اور جسمانی صحت بہتر ہو جاتی ہے۔ جسمانی عضلات اور جوڑ بہتر کام کرتے ہیں۔

جو لوگ ورزش نہیں کرتے عموماً وہ قبض، بدہضمی اور گیس کے امراض کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اگرچہ یہ سنگین مرض نہیں مگر سخت بے چینی پیدا کر کے زندگی کا سکون غارت کر دیتے ہیں یہ گھٹن ہے جو خاموش قاتل کا کردار ادا کرتا ہے اس کے علاوہ خون کی رگوں کو تنگ کرنا، کولیسٹرول کا بڑھ جانا، ہائی بلڈ پریشر، ذیابیطس اور موٹاپا وغیرہ ہو سکتے ہیں۔ لہٰذا ہر روز صبح نماز فجر کے بعد ورزش کے لیے وقت دینا بہتر صحت کی ضمانت ہے۔ اگر ہم ورزش سے کوتاہی کریں تو زندگی بے مزہ ہو جائے گی۔ اور جب جسم صحت مند و توانا نہ ہوگا تو زندگی کی تمام مدتیں اور لذتیں بے معنی ہوں گی لہٰذا صحت کی نعمت خداوندی سے فائدہ اٹھانے کے لیے ورزش ضروری ہے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہے کہ روز قیامت صحت کے متعلق سوال ہوگا۔ ظاہر ہے جس جسم کو آرام پہنچانے کے لیے ہم جدوجہد کرتے ہیں۔ جس دماغ کی صلاحیتیں کو بیدار کرنے کے لیے ہم دوڑ لگا رہے ہیں وہ جسم لاغر اور غیر صحت مند ہو تو دولت کس کام کی ہوگی۔ یہ بات بھی مشاہدہ میں ہے کہ جو بچے دوڑتے اور پھدکتے ہیں وہ صحت مند ہوتے ہیں اس لیے ضروری ہے کہ بچوں میں شروع ہی سے ورزش کا رجحان فروغ دیا جائے ہمیشہ صحت مند و توانا، اقوام ہی ترقی کی منازل طے کرتی ہیں۔ ہماری قوم صحت کے حوالے سے بہت پیچھے ہے۔ حالانکہ تعمیر پاکستان کے لیے افراد ملت کی صحت ایک لازمی ضرورت ہے۔ ورزش کی اہمیت و افادیت اجاگر کرنا وقت کی اہم ضرورت ہے۔ سکولوں کالجوں میں لازمی ورزش کا اہتمام کیا جائے۔

کسی دانا نے خوب کہا ہے کہ: اے تن درست! مستقبل تیرے لیے ہے

ورزش کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ ہیوی ویٹ لفٹنگ ہی کی جائے بلکہ عمر کے لحاظ سے مناسب چہل قدمی اور اس دوران وقفے وقفے کرنے سے بھی مطلوبہ مقاصد حاصل کیے جا سکتے ہیں۔ اگر آپ کی عمر پچاس سال سے تجاوز کر چکی ہے تو صبح نماز فجر کے بعد لمبی سیر بھی ورزش کے زمرے میں شمار ہوگی۔

ڈاکٹر محمد رفعت، پروفیسر جامعہ ملیہ اسلامی

صالح انقلاب کے تناظر میں

علم کے شعبوں کی جو تقسیم آج کل رائج ہے اس کے مطابق علوم کی دو بڑی قسمیں ہیں:

(الف) طبعی علوم (ب) سماجی علوم

''یہ تقسیم کافی اور مناسب ہے یا نہیں''۔ اس سوال پر غور کرنے کے بجائے ذیل کی سطور میں ایک قسم یعنی سماجی علوم سے متعلق چند نکات پیش کیے جائیں گے۔

گفتگو کا آغاز انسان کے وجود کے بارے میں غور و فکر سے کیا جا سکتا ہے۔ قرآن مجید ہمیں یہ کلیدی حقیقت بتاتا ہے کہ مخلوقات میں انسان ہی وہ ہستی ہے جس کو بارِ امانت سپرد کیا گیا ہے۔ انسان کا یہ امتیاز اسے دوسری مخلوقات سے ممیّز کرتا ہے۔ قرآن مجید کا ارشاد ہے:

''ہم نے امانت دکھائی آسمانوں کو اور زمین کو اور پہاڑوں کو۔ پھر کسی نے قبول نہ کیا کہ اس کو اٹھائیں اور اس سے ڈر گئے۔ اور انسان نے اس کو اٹھا لیا۔ وہ بڑا ظالم اور نادان ہے۔ (یہ اس لیے ہوا) کہ اللہ عذاب دے منافق مردوں اور عورتوں کو اور مشرک مردوں اور عورتوں کو۔ اور اللہ معاف کرے ایمان لانے والے مردوں اور عورتوں کو۔ اور اللہ بخشنے والا اور مہربان ہے۔'' (سورہ الاحزاب، آیات: ۷۲۔۷۳)

بارِ امانت کا مفہوم کیا ہے؟ اس سلسلے میں جناب شبیر احمد عثانی لکھتے ہیں: ''امانت کیا ہے؟ پرائی چیز رکھنی، اپنی خواہش کو روک کر۔''

گویا انسان کی وہ اخلاقی حس بارِ امانت کا سبب ہے، جو انسان کو اپنی خواہش پر کنٹرول کرنے کا اہل بناتی ہے اور خواہش کے علی الرغم انسان کے اندر وہ طاقت پیدا کرتی ہے کہ وہ حق پر قائم رہ سکے اور عدل کے تقاضے پورے کر سکے۔

انسان کی حیثیت کے بیان کے لیے قرآن مجید نے خلافت کی اصطلاح بھی استعمال کی ہے:

''جب کہا تیرے رب نے فرشتوں سے کہ میں زمین میں ایک نائب بنانے والا ہوں۔'' (بقرہ)

''اور اسی (اللہ) نے تم کو زمین میں نائب کیا ہے اور تم میں سے بعض کے درجات بعض پر بلند کر دیے ہیں تا کہ تم

کواپنے دیے ہوئے احکام کے ذریعے آزمائے۔بے شک تیرا رب عذاب دینے میں تیز ہے اور وہی بخشنے والا اور مہربان بھی ہے۔''

جناب شبیر احمد عثمانی اس آیت کی تشریح میں لکھتے ہیں: ''یعنی خدا نے زمین میں تم کو اپنا نائب بنایا کہ تم اس کے دیے ہوئے اختیارات سے کام لے کر کیسے کیسے حاکمانہ تصرفات کرتے ہو۔''

خلافت اور امانت کے مفہوم پر غور کرنے سے یہ حقیقت بھی واضح ہوتی ہے کہ انسان ایک ذمہ دار ہستی ہے جسے لازماً اپنے کاموں کے لیے مسؤل یا جوابدہ سمجھا جانا چاہیے۔اگر کسی کو اختیارات حاصل ہوں تو عقل اس کا تقاضا کرتی ہے کہ اختیارات کے استعمال کا حساب بھی اس سے لیا جائے:

''پھر کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ ہم نے تم کو بے کار پیدا کیا ہے اور تم لوٹ کر ہمارے پاس نہ آؤ گے۔پس بہت بالا و برتر ہے اللہ بادشاہِ حقیقی۔اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔وہ مالک ہے عرش کریم کا۔اور جو کوئی اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو پکارے جس کے لیے کوئی دلیل اس کے پاس نہ ہو، اس کا حساب اس کے رب کے ذمہ ہے۔بے شک کافر فلاح نہیں پایا کرتے۔اور کہہ دو کہ اے رب! تو معاف کر اور رحم فرما اور تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔''(مومنون)

مطالعہ کے محرکات

انسان کے بارے میں اسلام کا تصور سامنے آنے کے بعد اس پر غور کرنا چاہیے کہ انسان اور انسانی سماج کے مطالعے کے محرکات کیا ہیں؟ اس سلسلے میں تین محرکات کی نشاندہی کی جاسکتی ہے:(الف) فطری تجسس (ب) انسانی سماج میں مطلوبہ اقدار کی ترویج کی آرزو۔اور (ج) تصور کائنات کے اثبات کا جذبہ۔مطالعہ کرنے والا خدا کا قائل ہو اور اس کی ہدایت کا اتباع کرنا چاہتا ہو یا اس کے برعکس خدا اور ہدایت الٰہی کا انکار کرتا ہو یا بے نیازی برتتا ہو، ہر صورت میں مطالعہ انسان کے یہی تین محرکات ہوتے ہیں جن کا تذکرہ کیا گیا۔تجسس انسان کا فطری جذبہ ہے۔سوالات کرنا اور ان کے جواب ڈھونڈنا انسان کی سرشت میں داخل ہے۔انسان کے سوالات ہر موضوع سے متعلق ہوتے ہیں۔ان موضوعات میں خود انسان بھی شامل ہے بلکہ غالباً انسان کی دلچسپی سب سے زیادہ اسی موضوع سے ہوتی ہے۔موجودہ دور میں انسان کی ذہنی کیفیات سے متعلق علم کو نفسیات کہا جاتا ہے جس میں اصلاً فرد موضوعِ بحث ہوتا ہے۔مغربی دنیا میں نفسیات کے عنوان کے تحت پچھلی دو صدیوں میں بہت کچھ سوچا اور لکھا گیا ہے۔علمِ نفسیات کے علاوہ انسان سے

اس کی انفرادی حیثیت میں بحث کرنے والے بعض اور ذیلی علوم بھی ہیں جن میں انسان کی صلاحیتوں اوران کی نشو ونما سے متعلق گفتگو کی جاتی ہے۔ البتہ انسان سے متعلق علوم کا بڑا حصہ سماجی علوم پر مشتمل ہے جس میں انسان کے اجتماعی وجوداورایک انسان کے دوسرے انسانوں سے تعلق کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ معاشیات، سیاسیات اور تاریخ ایسے ہی علوم ہیں۔ پچھلی تین صدیوں میں مغربی دنیا نے سماجی علوم میں بڑے پیمانے پر تحقیق کی ہے، معلومات کا بڑا ذخیرہ فراہم کیا ہےاور ہر موضوع کے متعلق نظریات پیش کیے ہیں۔ اسلام انسان کے ہر فطری وصف کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور انسانی شخصیت کی معتدل نشو ونما میں تمام فطری اوصاف کے رول کو تسلیم کرتا ہے۔ یہی معاملہ تجسس کا بھی ہے۔ چنانچہ تجسس کا فطری جذبہ ایک مطلوب و پسندیدہ وصف ہے لیکن اس کو اخلاقی حدود کا پابند ہونا چاہیے۔ اسلام اس کو پسند کرتا ہے کہ انسان کی ہستی کے بارے میں اس پہلو سے غور کیا جائے کہ نظامِ کائنات میں انسان کی حیثیت کیا ہے؟ خالق کائنات سے اس کا کیا تعلق ہے اور انسان کے لیے اس کے رب نے کیا ہدایات دی ہیں؟ اس طرح یہ غور کرنا بھی پسندیدہ ہے کہ انسانی تاریخ سے کیا سبق ملتا ہے اور قوموں کے حالات سے حال کے لیے کیا کچھ سیکھا جاسکتا ہے؟ اس کے برعکس لوگوں کے عیوب کو جذبہ تجسس کا موضوع بنانا منع ہے۔ قرآن مجید کی ہدایت ہے:

''اے ایمان لانے والو! بہت گمان کرنے سے بچو، بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔ اور بھید نہ ٹٹولو۔'' (حجرات)

جناب شبیر احمد عثمانی اس آیت کی تشریح میں لکھتے ہیں: ''اختلاف وتفریقِ باہمی کو بڑھانے میں ان امور کو خصوصیت سے دخل ہے۔ ایک فریق، دوسرے سے ایسا بدگمان ہوجاتا ہے کہ حسنِ ظن کی کوئی گنجائش نہیں چھوڑتا۔ مخالف کی کوئی بات ہو، اس کا محل اپنے خلاف نکال لیتا ہے۔ اس کی بات میں ہزار احتمال بھلائی کے ہوں اور صرف ایک پہلو برائی کا نکلتا ہو، ہمیشہ اس کی طبیعت برے پہلو کی طرف چلے گی اور اسی برے اور کمزور پہلو کو قطعی اور یقینی قرار دے کر فریق مقابل پر تہمتیں اور الزام لگانا شروع کردے گا۔ پھر نہ صرف یہ کہ ایک بات اتفاقاً پہنچ گئی اور بدگمانی سے اس کو برے معنی پہنا دیے گئے (بلکہ مستقل) اس جستجو میں رہتا ہے کہ دوسری طرف کے اندرونی بھید معلوم ہوں جس پر ہم خوب حاشیے چڑھائیں اور اس کی غیبت سے اپنی مجلس گرم کریں۔ ان تمام خرافات سے قرآن کریم منع کرتا ہے۔''

شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں: ''الزام لگانا اور بھید ٹٹولنا اور پیٹھ پیچھے برا کہنا کسی جگہ بہتر نہیں مگر جہاں اس میں کچھ دین کا فائدہ ہو اور نفسانیت کی غرض نہ ہو۔'' اس بحث سے معلوم ہوتا ہے کہ اخلاقی حدود کے دائرے کے اندر رہتے ہوئے علمِ نافع کے حصول کے لیے تجسس جائز ہے جبکہ فاسد اغراض کے لیے تجسس ممنوع ہے۔

مطلوبہ قدروں کی ترویج

مطالعہ وتحقیق کرنے والے تسلیم کرتے ہیں کہ انسان اجتماعی وجود ہے۔انسانی شخصیت کے اجتماعی پہلو کا مطالعہ کرنے کا ایک طریقہ ان قدروں کی دریافت ہے جو کسی سماج میں رائج ہوں۔

قدر یا Value کے معنی ان معیارات کے ہیں جو صحیح اور غلط، موزوں اور غیر موزوں، مناسب اور غیر مناسب اور پسندیدہ وناپسندیدہ طرزِ عمل کے مابین امتیاز کرنے کے لیے قائم کیے جائیں۔سادہ الفاظ میں قدروں کا تعین اس سوال کا جواب ہے کہ ''اچھا معاشرہ کیا ہے؟''، چند مثالوں سے اس امر کی وضاحت کی جاسکتی ہے:

(الف) لبرل تصورات کے مطابق اچھا معاشرہ وہ ہے جہاں فرد کو آزادی حاصل ہو، اس کی آزادی پر سماج یا ریاست کوئی قدغن نہ لگائے۔قانون کی مداخلت صرف اس غرض کے لیے ہو کہ ایک فرد دوسرے فرد پر جبر نہ کرسکے۔ جبر کی عدم موجودگی میں اپنی آزاد مرضی کے ساتھ، افراد کے درمیان جو معاملات بھی ہوں، سب بجا و درست ہیں۔کسی اخلاقی معیار کی بنیاد پر کسی معاملے میں کوئی نکیر نہ ہونی چاہیے۔

(ب) ایک صحافی نے ایک جدید ریاست کے لیے مطلوب صفات میں جن باتوں کا تذکرہ کیا ہے ان میں سماجی ومعاشی انصاف اور خواتین کے حقوق واختیارات میں اضافہ شامل ہے۔

(ج) ہمارے ملک میں ہندتو کے حامیوں کے نزدیک پسندیدہ معاشرہ وہ ہے جہاں ملک کی قدیم تہذیب کے مظاہر نمایاں اور غالب ہوں اور تمام باشندے اس تہذیب کے رنگ میں رنگ جائیں۔

(د) اسلام کے نزدیک اچھا معاشرہ وہ ہے جہاں معروف کو فروغ حاصل ہو اور منکرات کا خاتمہ ہوجائے۔ قرآن مجید اہلِ ایمان کو اقتدار حاصل ہوجانے کی صورت میں ان کے طرزِ عمل کا تذکرہ کرتا ہے:

''اہل ایمان وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم ان کو زمین میں اقتدار عطا کریں تو وہ نماز قائم کریں گے، زکوٰۃ دیں گے، معروف کا حکم دیں گے اور منکر سے روکیں گے اور تمام معاملات کا انجام کار اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔'' (الحج)

جناب شبیر احمد عثمانی اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''یہ ان مسلمانوں کا بیان ہے جن پر ظلم ہوا اور جن کو گھروں سے نکالا گیا۔(ارشاد ہے کہ) خدا ان کی مدد کیوں نہ کرے گا جب کہ وہ ایسی قوم ہیں کہ اگر ہم انھیں زمین کی سلطنت دے دیں تب بھی خدا سے غافل نہ ہوں، بذاتِ خود بدنی ومالی نیکیوں میں لگے رہیں اور دوسروں کو بھی اسی راہ پر ڈالنے کی کوشش کریں۔''

مطلوبہ معاشرے کے قیام اور اس میں پسندیدہ قدروں کو رواج دینے کے لیے عملی کوششوں کے ساتھ فکر و تحقیق کی ضرورت بھی پیش آتی ہے۔ سماجی علوم میں تحقیق کا بڑا محرک اپنے پسندیدہ معاشرے کے قیام کی طلب ہے مثلاً مغرب میں سماجی علوم کے ارتقاء کا اہم سبب وہ مذہب مخالف تحریک ہے جو یوروپ کی نشاۃ ثانیہ کے دوران نمودار ہوئی اور جس نے قدیم مذہبی اساس کے بجائے محض عقلِ انسانی کی بنیاد پر سماج و ریاست کے قیام کو اپنا مطمحِ نظر بنایا۔

معاشرے میں جن قدروں کو رواج دینا مقصود ہوتا ہے انہی کے اعتبار سے معلومات فراہم کی جاتی ہیں اور ان کو ترتیب دیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر جس سماج میں یہ بات پسندیدہ سمجھی جائے کہ خواتین ہر قسم کی معاشی سرگرمی اختیار کریں اور تمام ملازمتوں میں اور دفاتر میں موجود ہوں وہاں ایسے اعداد و شمار کی ضرورت بھی محسوس کی جائے گی جن سے معلوم ہو سکے کہ روزگار کے مختلف میدانوں میں مردوں اور عورتوں کا تناسب کیا ہے؟ اس کے برعکس جو معاشرہ خواتین کے لیے معاشی دوڑ دھوپ کو لازم نہ کرتا ہو اور ان کے مقام و مرتبے کو ان کی ملازمت یا کاروباری مصروفیت پر موقوف نہ سمجھتا ہو، وہ اس طرح کے اعداد و شمار کی کوئی ضرورت ہی محسوس نہ کرے گا کہ کس شعبے میں کتنی خواتین ملازمت کرتی ہیں؟ تاریخ نگاری میں قدروں کا یہ فرق بہت نمایاں ہو کر سامنے آتا ہے۔ وہ معاشرہ جہاں قوم پرستی اور تہذیب آبائی سے عقیدت کلی کو پسندیدہ سمجھا جاتا ہو وہاں تاریخ نگاری میں حقائق کو توڑ مروڑ کر پیش کرنے کا رجحان فروغ پائے گا تاکہ قوم پرستی کے جذبات کی تسکین ہو سکے۔ اس کے برعکس جو معاشرہ وحدتِ آدم اور حق و صداقت کی عالم گیری کا قائل ہو اسے حقائق کو چھپانے کی ضرورت پیش نہ آئے گی بلکہ وہ تاریخی واقعات کو بے کم و کاست بیان کرے گا اور ان سے وہ کارآمد سبق حاصل کرے گا جو تمام انسانیت کے لیے یکساں مفید ہوں۔ اس مختصر جائزے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مطالعہ اور تحقیق کرنے والے کا نقطہ نظر اور نظامِ اقدار کلیدی اہمیت رکھتا ہے۔ چنانچہ مسلمان طلبہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ صالح نظام اقدار کو اپنی فکری و تحقیقی کاوشوں کی اساس بنائیں۔

تصور کائنات

انسانی سماج کے سلسلے میں تحقیق کرنے والا ہر محقق، کائنات کے بارے میں کوئی نہ کوئی تصور رکھتا ہے۔ چنانچہ انسانی سماج کے بارے میں جو نظریات، ایک محقق قائم کرتا ہے وہ اس کے تصور کائنات سے ہم آہنگ ہوتے ہیں اس سے ٹکراتے نہیں ہیں۔ اس سے بھی آگے بڑھ کر یہ کہا جا سکتا ہے کہ نظریات کی ترتیب کے عمل کو تصور کائنات ایک خاص رُخ دیتا ہے۔ تصور کائنات کا مزاج ان تمام نظریات میں جھلکتا ہے جو اس کے تحت وجود میں آتے ہیں۔ یہ کہنا صحیح نہیں

کہ محقق اور مشاہد، تصور کائنات کے بارے میں خالی الذہن ہوتا ہے اور اسی عالم میں اپنی تحقیق کا آغاز کرتا ہے۔ حقیقتِ واقعہ اس کے برعکس ہے۔ مثال کے طور پر اگر ایک محقق خدا کا اور اس کے وجود کا قائل ہے اور انسان کو خدا کا نائب اور اخلاقی وجود سمجھتا ہے تو وہ ساری انسانی سرگرمیوں کی اور ماضی کے انسانوں کی تاریخ کی تشریح اسی نقطہ نظر کے مطابق کرتا ہے۔ اسے انسانوں کی سرگزشت میں خدا کی نشانیاں نظر آتی ہیں اور انسانی سماج کے بارے میں معلومات کی تحقیق و ترتیب کے نتیجے میں اس کا خدا پرستانہ تصور کائنات اور زیادہ واضح شکل اختیار کرتا چلا جاتا ہے۔ عبرت پذیری کی کیفیت اس کے پورے فکری و تحقیقی کام میں نمایاں ہوتی ہے۔ اسباب اور واقعات کی باہم کڑی وہ یقیناً تلاش کرتا ہے لیکن اسباب کو مادی اسباب تک محدود نہیں کرتا بلکہ انسانوں کی اخلاقی کیفیت کو کلیدی اہمیت دیتا ہے۔

اس کے برعکس اگر انسانی سماج کا مطالعہ کرنے والا ملحدانہ نقط ؟ نظر رکھتا ہو تو وہ اسی تصور کائنات کے مطابق واقعات و حقائق کی تشریح کرتا ہے۔ اس کی کوشش ہوتی ہے کہ سماجی علوم کے مختلف گوشوں میں جو نظریات بھی قائم کیے جائیں وہ ملحدانہ مزاج سے ہم آہنگ ہوں اور اس مجمل مادہ پرستانہ تصور کائنات کی تفصیلی تعبیر کی جاسکے جو مطالعے کے آغاز میں قائم کیا گیا تھا۔ بہرحال کسی محقق کے لیے ممکن نہیں ہے کہ کائنات اور انسان کے بارے میں کوئی جامع تصور قائم کیے بغیر مطالعہ و تحقیق کے سفر میں قدم بڑھا سکے۔ اگر سفر خالی الذہنی کی کیفیت میں شروع بھی ہو جائے تو جاری نہ رہ سکے گا۔ جب حقیقت واقعہ یہ ہے تو ایک طالب علم اور محقق کے لیے ضروری ہے کہ درست تصور کائنات کو دریافت کرے۔ قرآن مجید اس کا طریقہ بتاتا ہے۔ درست تصور کائنات کی دریافت کے لیے ضروری ہے کہ

(الف) انسان اپنی عقل کا درست استعمال کرنے کے لیے تیار ہو اور کائنات کی نشانیوں پر دیانت داری کے ساتھ غور کرے۔

(ب) وہ اپنے قلب کی اصلاح کر کے اسے حق کو قبول کرنے پر آمادہ کرے (جب حق واضح ہو چکا ہو)

اور (ج) وہ اپنے اندر اتنی اخلاقی بلندی پیدا کرے کہ حق کے راستے پر چل سکے اور اس کے لیے جو ناگزیر قربانی درکار ہے وہ دے سکے۔ چنانچہ دریافتِ حق کے لیے محض ذہنی کاوش کافی نہیں بلکہ قلب کا تزکیہ اور اخلاق کی اصلاح بھی درکار ہے۔ یوں تو نشانیاں جو حق کی جانب رہنمائی کرتی ہیں، کائنات کے ہر گوشے میں موجود ہیں لیکن سماجی علوم پر غور کے سیاق میں وہ نشانیاں زیادہ اہمیت رکھتی ہیں جن کا تعلق انسان کی شخصیت، اس کے انفرادی و اجتماعی وجود اور انسانی

''یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم تمہاری طرف وحی کر رہے ہیں۔ ورنہ تم اس وقت موجود نہ تھے جب وہ (برادرانِ یوسف) اپنا منصوبہ بنا رہے تھے اور فریب کر رہے تھے۔'' (یوسف)

''اور آسمانوں اور زمین میں بہت سی نشانیاں ہیں جن پر یہ لوگ گزرتے رہتے ہیں مگر وہ ان پر توجہ نہیں کرتے۔'' (یوسف)

(اور نوح کے قصے میں) نشانی ہے اور ان میں سے اکثر لوگ ماننے والے نہیں ہیں اور بے شک تیرا رب زبردست بھی ہے اور رحیم بھی۔'' (شعراء)

''جلد ہم ان کو اپنی نشانیاں آفاق میں بھی دکھلائیں گے اور انفس میں بھی۔ حتیٰ کہ انہیں معلوم ہو جائے گا کہ یہ (قرآن) حق ہے۔ کیا یہ بات کافی نہیں ہے کہ تیرا رب ہر چیز پر شاہد ہے۔'' (حم سجدہ)

نشانیوں پر دیانت داری کے ساتھ غور کے ساتھ انسان کے قلب میں امرِ حق کو قبول کرنے کے لیے آمادگی بھی ہونی چاہیے۔

''تو جس نے (نیکی کے کاموں میں) خرچ کیا اور (غلط روی سے) بچتا رہا اور بھلی بات کی تصدیق کی تو ہم اس کو آسان راستے کی سہولت دیں گے۔'' (لیل)

یعنی حق کی تصدیق کرنے کے لیے قلب کی درستگی ضروری ہے جس کی علامت نیکی کے کاموں میں خرچ کرنا اور اخلاقی حس کو زندہ رکھنا ہے۔

اس طرح حق تک پہنچنے کے لیے یہ بھی شرط ہے کہ انسان خواہشات کی غلامی سے آزاد ہونے کے لیے تیار ہو اور بندہ نفس بننے کے بجائے حق کا تابع بنے:

''اور ان لوگوں کو اس شخص کا حال سناؤ جس کو ہم نے اپنی آیتوں کا علم دیا تھا مگر وہ اُن کو چھوڑ نکلا اور پھر شیطان اس کے پیچھے لگ گیا اور وہ گمراہوں میں شامل ہو گیا۔ اگر ہم چاہتے تو ان آیتوں کے ذریعے اس کا مرتبہ بلند کرتے مگر وہ زمین کی طرف جھک گیا اور اپنی خواہش کے پیچھے چل پڑا۔ پھر اس کی حالت کتے جیسی ہو گئی کہ تو اس پر بوجھ لادے تو وہ ہانپے اور چھوڑ دے تب بھی ہانپے۔'' (اعراف)

تنویر احمد اعوان

تبلیغی جماعت پر پابندی
غیر دانشمندانہ اقدام

پنجاب حکومت نے صوبہ بھر کے تعلیمی اداروں میں تبلیغی جماعت کے تبلیغ اور قیام پر پابندی عائد کر دی ہے،تفصیلات کے مطابق سانحہ باچا خان یونیورسٹی کے بعد حکومت پنجاب کی جانب سے صوبہ بھر کے تعلیمی اداروں کے لیے سیکیورٹی پلان تشکیل دینے کا عمل جاری ہے،اس حوالے سے پنجاب حکومت نے تعلیمی اداروں کی حدود میں خطبات جمعہ کو انتظامیہ کی اجازت سے مشروط کرنے کے ساتھ ساتھ تبلیغی جماعت کے قیام کرنے پر بھی پابندی عائد کر دی ہے۔

حکومت پنجاب کے اس اسلام دشمن نوٹیفکیشن کے خلاف ملک بھر کے تمام طبقات کی طرف سے سخت ردعمل سامنے آیا ہے،مذہبی اور سیاسی قائدین نے اس فیصلہ کو مضحکہ خیز اور اسلام دشمن قوتوں کے عالمی منصوبے کا حصہ قرار دیا ہے،یہ فیصلہ حکومت کے لبرل پاکستان ایجنڈے کی چغلی بھی کھا رہا ہے۔مسلم لیگ (ق) کے صدر و سابق وزیر اعظم چودھری شجاعت حسین نے کہا کہ ہم حکومت کی جانب سے تعلیمی اداروں میں تبلیغی جماعت پر پابندی کی شدید مذمت کرتے ہیں،تبلیغی جماعت فرقہ واریت سے پاک ہے،یہ دہشت گردی سے روک کر امن کا درس دیتی ہے،پوری دنیا کے تعلیمی اداروں میں کام کر رہی ہے،حتیٰ کہ روس میں بھی اس جماعت پر کوئی پابندی نہیں ہے،ہم اسلام دشمنوں کی اس سازش کو کامیاب نہیں ہونے دیں گے۔

جماعت اسلامی نے اس پابندی کے خلاف تحاریک التواء سینیٹ اور قومی اسمبلی میں جمع کرو دیں ہیں،سینیٹ میں جماعت اسلامی کے امیر اور سینیٹر سراج الحق اور قومی اسمبلی م یں صاحبزادہ طارق اللہ،صاحبزادہ محمد یعقوب،شیر اکبر خان اور خاتون ممبر عائشہ سید نے جمع کرائی ہے،تحریک التواء میں مؤقف اختیار کیا گیا ہے کہ تبلیغی جماعت ایک مذہبی جماعت ہے اور اپنے پروگرام کے مطابق دنیا بھر میں دین اسلام کی تبلیغ میں مصروف ہے۔تبلیغی جماعت تعلیمی اداروں سمیت ملک اور دنیا بھر میں اللہ پر یقین کامل اور اللہ کے رسول حضرت محمد ﷺ کی پیروی کی طرف بلاتی ہے۔حکومت

نے تعلیمی اداروں میں ہر قسم کے فیشن شو، گانے بجانے کے پروگراموں پر پابندی لگانے ،اور مخلوط تعلیمی نظام کو ختم کرنے کے بجائے اسلام کی طرف بلانے والوں پر پابندی شروع کر دی ہے، جو کہ انتہائی غلط اور اسلامی معاشرتی زندگی کی طرف لوگوں کو روکنے کے مترادف ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ تبلیغی جماعت فرقہ واریت سے بالاتر ہو کر ایمان و اعمال کی محنت کرنے والی محبّ وطن مسلمانوں کا مشترکہ پلیٹ فارم ہے، اپنے قیام سے لے کر آج تک وحدت امت کی داعی رہی ہے، دین کی دعوت اور محنت اس سیل رواں کی مانند ہوتی ہے جو اپنی راہیں خود بناتا ہے، منزل مقصود تک پہنچنا اس کا مقدر ہے، چودہ سو سال پہلے کی ظلم و جبر کی حکومت ہو یا نادانوں کا کوئی ٹولہ، دعوت اسلام کی خشبو کو کوئی مقید نہیں کر سکا، تاریخ شاہد ہے کہ اس محنت سے کتنے ہی انسان راہ راست پر آئے، اسلام، قوم، ملک اور امت کی نفع رسانی کے جذبہ سے سرشار ہو کر اسلام ،مسلمانوں اور پاکستان کا نام پوری دنیا میں روشن کرتے رہے ہیں، لاکھوں نفوس پر مشتمل تبلیغی اجتماعات میں کبھی کسی ایک شخص کی بے اکرامی یا دہشت وحشت کی خبر نہیں آئی ، بلکہ انتشار وافتراق، حسد ونفاق، جنگ وجدال کے اس دور میں اتفاق واتحاد، محبت ومودت اور یگانگت کا درس دینے والے "اللہ والوں" کو دین کی محنت سے روکنا" شیوا مسلمانی " نہیں ہے۔

قابل افسوس امر یہ ہے کہ کلمہ کے نام پر وجود میں آنے والے ملک کے کالجوں اور یونیورسٹیوں میں فیشن شو، کیٹ واکس، گانے بجانے اور کلچر ڈے کے نام پر فحاشی اور عریانی پر تو کوئی پابندی نہیں بلکہ کھلی چھٹی ہے، اب تو غیر اسلامی رسومات منانے کے لیے سرکاری طور پر حوصلہ افزائی بھی کی جا رہی ہے، مگر اسی ادارے میں ایمان ،فضائل، اعمال ،اسلام اور حب الوطنی کی بات کرنے والے "جو اسی ادارے کے طلبہ ہی ہوتے ہیں" پر پابندی لگا دینا ،جہاں نسل نو کو دین سے دور کرنے کی کوشش ہے وہیں آزادی رائے کی پامالی اور نظریہ پاکستان سے غداری بھی ہے۔ تعلیمی اداروں اور طلبہ کا تحفظ نیشنل ایکشن پلان پر مکمل عملدرامد اور مربوط سیکیورٹی نظام سے ہی ممکن ہوسکتا ہے، قوم دہشت گردی کے خلاف فوج اور حکومت کے شانہ بشانہ کھڑی ہے، اس سلسلہ میں مذہبی قائدین وزعماء اور دین دار اور محبّ وطن داعیوں کا کلیدی کردار ہے، مذہبی ووٹ سے اقتدار کی مسند پر بیٹھنے والوں کے ایسے غیر دانشمندانہ فیصلے نہ صرف ان کی عوامی سطح پر حمایت میں نمایاں کمی کا سبب بنیں گے اور خدا کی عدالت میں بھی قابل مواخذہ ہوں گے۔

(نکتہ: سید عبدالوہاب شیرازی)

امیر ہونے کا نسخہ

یہ خواہش تو ہر ایک کے دل میں ہوتی ہے کہ میں امیر ہو جاوں۔ امیر ہونے کا نسخہ ایک اعتبار سے نہایت آسان بھی ہے اور ثابت قدمی دکھانے کے اعتبار سے نہایت مشکل بھی۔ تو لیجئے چند واقعات ملاحظہ کریں اور پھر ہو جائیں امیر ترین۔

اس وقت دنیا کی امیر ترین قوم یہودی ہیں، وہ ہمیشہ اپنے مال میں سے 20% نکال کر خیرات کر لیتے ہیں، چونکہ اللہ کا یہ قانون دنیا میں سب کے لئے برابر ہے کہ خرچ کرنے والے کو 10 گنا منافع ملے گا، اسی وجہ سے ان کو اتنا فائدہ ہوتا ہے کہ وہ دنیا کی امیر ترین قوم ہیں۔ یہ بات بڑی عجیب سی ہے کہ صرف ایک کروڑ یہودی دنیا کی 60 پرسنٹ دولت کے مالک ہیں جب کہ سات ارب انسان 40 پرسنٹ دولت پر تصرف رکھتے ہیں۔ اس کے علاوہ انٹرنیشنل پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا کے اہم ترین 90 فیصد ادارے ان کے ہیں مثلا آئی ایم ایف، نیو یارک ٹائمز، فنانشل ٹائمز، واشنگٹن پوسٹ، ریڈرز ڈائجسٹ، سی این این، فاکس ٹی وی، وال سٹریٹ جرنل، اے ایف پی، اے پی پی، سٹار ٹی وی کے چاروں سٹیشن سب یہودیوں کی ملکیت ہیں۔ شائد ہم میں سے چند ایک نے ہی اس بات پر غور کیا ہو کہ یہودیوں کی دن دوگنی رات چوگنی دولت بڑھنے کا راز کیا ہے؟ عقدہ یہ کھلا کہ ہزاروں سال سے یہ قوم اس بات پر سختی سے قائم ہے کہ ہر یہودی اپنی آمدنی کا 20 فیصد لازمی طور پر انسانی فلاحی کاموں پر خرچ کرتا ہے۔ ابھی حال ہی میں فیس بک کے مالک نے اپنی بیٹی کی پیدائش کی خوشی میں اپنی دولت میں سے 45 ارب ڈالر خیرات کر لئے۔

لاہور میں ایک ہسپتال ہے شائد آپ میں سے کسی نے دیکھی ہو، اس ہسپتال کا نام ہے منشی ہسپتال۔ یہ ہسپتال جس شخص نے بنایا اس کا نام منشی محمد تھا یہ نہایت ہی غریب شخص تھا، بازار میں کھڑا ہو کر کپڑا بیچا کرتا تھا، اسے کسی نے بتایا تم اپنے مال میں سے کچھ فیصد مقرر کر کے مستحق لوگوں پر خرچ کرو بہت فائدہ ہوگا، چنانچہ اس نے 4 فیصد مقرر کر دیئے اور ہر مہینے اپنے منافع میں سے 4 فیصد خرچ کرتا رہا، کچھ ہی عرصے بعد اس کا کاروبار بڑھنے لگا، پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ فیکٹری کا مالک بن گیا وہ اسی طرح چار فیصد خرچ کرتا رہا اور ایک وقت وہ بھی آیا کہ اس کی آمدن کا چار فیصد کروڑوں میں نکلنے لگا، چنانچہ اس نے کروڑوں روپے مالیت کی ایک ہسپتال بنائی، جنرل ضیاالحق نے اس کا افتتاح کیا، وہ ہسپتال

آج بھی لاہور میں منشی ہسپتال کے نام سے فلاحی کام کر رہی ہے۔

میرے ایک جاننے والے نے بھی اسی طرح کا فیصلہ کیا کہ میں اپنی تنخواہ میں سے باقاعدگی کے ساتھ پانچ فیصد خرچ کروں گا چنانچہ اس نے اپنے جیب پرس کے ایک خانے میں ٹرسٹ قائم کیا، بال پن کے ساتھ اس پر ٹرسٹ بھی لکھ دیا اور پھر وہ اپنی تنخواہ جو اس وقت 8000 ہزار تھی اس میں سے ہر مہینے 5 فیصد نکال کر کسی مسجد مدرسے یا غریب کو دینے لگا، وہی آٹھ ہزار جن سے اس کے اپنے ذاتی اخراجات پورے نہیں ہوتے تھے ان میں اتنی برکت ہوگئی کہ اس نے گھر والوں کو بھی دینا شروع کر دیا، کچھ عرصہ کے بعد وہاں سے کام چھوڑ کر ایک اور جگہ پر گیا وہاں اس کی تنخواہ صرف چھ ہزار مقرر ہوئی یعنی آٹھ سے دو ہزار کم، لیکن وہ پانچ فیصد دیتا رہا اللہ نے ان چھ ہزار میں اتنی برکت رکھی کہ پہلے تو آٹھ ہزار سے اپنے ذاتی خرچے پورے نہیں کر سکتا تھا لیکن اب ایک سال بعد مہنگائی کے باوجود صرف چھ ہزار میں نہ صرف اپنے بلکہ اپنے بیوی بچوں کے تمام اخراجات پورے کرنے لگا۔ اس دوران اسے کیا کیا اور کیسے کیسے فائدے ہوئے وہ بیان نہیں کر سکتا اس سے متاثر ہو کر اس نے پانچ فیصد کو بڑھا کر 10 فیصد کر دیا جس سے مزید مجھے فائدہ ہونا شروع ہوا، پھر ایک سال کے بعد اس نے مزید اضافہ کر کے 20 فیصد کر دیا اور اب الحمد اللہ میں ہر ماہ باقاعدگی کے ساتھ 20 فیصد اپنی آمدن میں سے فوراً نکال لیتا ہے۔ اس کا کہنا ہے مجھے احساس ہے کہ میں ابھی بھی کوئی کمال نہیں کر رہا کیونکہ 20 فیصد تو یہودی بھی خرچ کرتے ہیں انشاءاللہ میرا عزم ہے کہ عنقریب میں بحیثیت مسلمان ہونے کے یہودیوں کو پیچھے چھوڑوں گا۔

لاہور کے ایک نوجوان نے 1997 میں ایم ایس سی کیا، پھر وہ جاب کے سلسلے میں بہت پریشان تھا، اسلام آباد میں ایک روحانی بزرگ کے پاس دعا کروانے کے لئے حاضر ہوا، انہوں نے اس نوجوان سے کہا بیٹا دو کام کرو، ایک تو کوئی چھوٹا موٹا کاروبار شروع کرو اور دوسرا اس کاروبار میں اللہ کو اپنا پارٹنر بنا لو، یہ کام مردوں کا ہے، صرف عزم بالجزم رکھنے والا مرد ہی کر سکتا ہے اگر کاروبار کے نیٹ پرافٹ میں پانچ فیصد اللہ تعالیٰ کا شیئر رکھ کر اللہ تعالیٰ کے بندوں کو دے دیا کریں اور کبھی بھی اس میں ہیرا پھیری نہ کریں تو لازماً آپ کا کاروبار دن رات چوگنی ترقی کرتا رہے گا۔ یہ 1997 کا سال تھا، اس کے پاس صرف ایک ہزار روپیہ تھا، اس نے کسی کے آگے ہاتھ نہیں پھیلایا بلکہ اسی ایک ہزار روپے سے اس نے بچوں کے پانچ سوٹ خریدے اور انار کلی بازار میں ایک شیئرنگ سٹال پر رکھ دیے۔ دو دن میں تین سو روپے پرافٹ ہوا تھا تین سو روپے میں سے اس نے پانچ پرسنٹ اللہ تعالی کی راہ میں دے دیئے تھے۔ پھر اور سوٹ خریدتا اور

اصل منافع میں سے پانچ پرسنٹ اللہ تعالی کے نام کا شیئر مخلوق پر خرچ کرتا رہا۔ یہ پانچ پرسنٹ بڑھتے بڑھتے چھ ماہ بعد 75 روپے روزانہ کے حساب سے نکلنے لگے یعنی روزانہ کی آمدنی تقریباً سات سو روپے ہوگئی ایک سال بعد ڈیڑھ سو روپے، تین سال بعد روزانہ پانچ پرسنٹ کے حساب سے تین سو روپے نکلنے لگے۔ جسکا مطلب یہ ہے کہ تین سال بعد اسے روزانہ چھ ہزار بچنا شروع ہو گئے تھے۔ اب سٹال چھوڑ کر اس نے تین کروڑ روپے کی دوکان لے لی تھی۔ اس نے بتایا کہ روزانہ میری آمدن کا پانچ فیصد ایک ہزار نکل آتا ہے جو خلق خدا پر خرچ کر دیتا ہے۔ گویا اب آمدنی روزانہ بیس ہزار روپے ہے یہ بھی بتایا کہ اللہ تعالی کے ساتھ "بزنس" میں اس نے آج تک بیمانی نہیں کی۔

ایک محاورہ ہے "دن دوگنی رات چوگنی ترقی کرنا" آیئے جائزہ لیتے ہیں کہ دنیا کے امیر ترین افراد کا کیا وطیرہ ہے۔

☆51 سالہ ٹی وی میزبان "اوپراہ ونفرے" ایک ارب تیس کروڑ ڈالر کی مالک ہے وہ سالانہ ایک لاکھ ڈالر بے سہارا بچوں کی فلاح و بہبود پر خرچ کرتی ہے۔

☆اٹلی کے سابق وزیر اعظم "سلویا برلسکونی" اپنے ملک کے سب سے امیر اور دنیا کے دس امیر ترین افراد کی فہرست میں شامل ہیں۔ مشہور زمانہ فٹبال کلب "اے سی میلان" انہی کی ملکیت ہے۔ وہ دس ارب ڈالر کے مالک ہیں، سالانہ تقریباً پانچ کروڑ ڈالر غریب ملکوں کو بھیجتے ہیں۔

☆بل گیٹس دس سال تک دنیا بھر کا امیر ترین شخص رہا، اس کی دولت کا اندازہ 96 ارب ڈالر لگایا گیا ہے، وہ اپنی آرگنائزیشن "بل اینڈ گیٹس فاونڈیشن" کے پلیٹ فارم سے سالانہ 27 کروڑ ڈالر انسانی فلاحی کاموں پر خرچ کرتے ہیں۔

☆مشہور و معروف یہودی "جارج ساروز" دس ارب ڈالر سے زائد کے مالک ہیں ہر سال دس کروڑ ڈالر انسانی فلاحی اداروں کو دیتے ہیں۔

انفاق فی سبیل اللہ قرآن کی ایک خاص اصطلاح ہے جو تقریباً ہر سپارے میں آپ کو نظر آئے گی۔ قرآن حدیث میں اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کی بہت زیادہ ترغیب دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اے ایمان والو جو رزق ہم نے تمہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرلو اس دن کے آنے سے پہلے جس دن نہ بیع ہوگی نہ دوستی کام آئے گی اور نہ ہی کوئی سفارش۔ یعنی قیامت سے پہلے پہلے ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے کچھ خرچ کرلو کیونکہ قیامت کا دن ایسا

دن ہے کہ وہاں دنیا کی طرح خرید وفروخت نہیں ہوگی کہ آپ پیسہ لگا کر کسی کو خرید لو اور وہ تمہاری جان بچالے، نہ ہی وہاں دنیا کی طرح دوستیاں کام آئیں گیں اور نہ ہی سفارشیں چلیں گیں۔ ایک اور جگہ فرمایا: اللہ تعالیٰ سود کو گھٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے۔ یعنی سود سے بظاہر کتنا ہی مال بڑھتا رہے مگر انجام کار نقصان ہوگا، اور صدقات سے بظاہر کتنا ہی مال کم ہوتا رہے مگر اللہ تعالیٰ اس آدمی کے مال کو بڑھاتے ہیں۔ اللہ کے راستے میں خرچ کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ دنیا میں دس گنا فائدہ دیتے ہیں اور آخرت میں ستر گنا منافع ملے گا۔

ایک بار مدینے میں قحط آگیا بازاروں سے بھی غلہ ختم ہوگیا، لوگ سخت پریشان تھے، اچانک لوگوں نے دیکھا کہ 1200 اونٹ غلے کے مدینے کی منڈی میں آگئے لوگ حیران تھے کہ کس تاجر کا مال ہے، پھر پتا چلا کہ یہ مال حضرت عثمان کا ہے جو انہوں نے شام سے منگوایا ہے، چنانچہ مدینے کے تمام تاجر مال خریدنے کے لئے آگئے، بولی لگنا شروع ہوئی کسی نے کہا ہم 40 روپے من کے حساب سے لیں گے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کم ہے، دوسرے تاجر نے کہا میں 50 روپے من کے حساب سے لوں گا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کم ہے الغرض بولی بڑتی رہی اور بالاخر ایک جگہ پر آ کر تمام تاجر خاموش ہوگئے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہنے لگے اس سے زیادہ بولی تو کوئی تاجر نہیں دے گا آپ کو کتنا منافع چاہئے؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا جس تاجر سے میں نے سودا لگایا ہوا ہے وہ مجھے دس گنا منافع دے گا اور آخرت میں ستر گنا دے گا یہ کہہ کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سارا مال لوگوں میں فری تقسیم کردیا۔

حضرت موسیٰ علیہ اسلام کے زمانے میں دو بھائی تھے جنہیں ایک وقت کا کھانا میسر آتا تھا تو دوسرے وقت فاقہ کرنا پڑتا تھا۔ ایک دن انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ اسلام کی خدمت میں عرض کیا: آپ جب کوہ طور پر تشریف لے جائیں تو اللہ تعالیٰ سے عرض کریں کہ ہماری قسمت میں جو رزق ہے وہ ایک ہی مرتبہ عطا کردیا جائے تاکہ ہم پیٹ بھر کر کھالیں" چنانچہ بارگاہ الہیٰ میں دعا قبول ہوئی اور دوسرے دن انسانی شکل میں فرشتوں کے ذریعے تمام رزق دونوں بھائیوں کو پہنچا دیا گیا۔ انہوں نے پیٹ بھر کر تو کھایا لیکن رزق خراب ہونے کے ڈر سے انہوں نے تمام رزق اللہ تعالیٰ کے نام پر مخلوق خدا میں تقسیم کردیا۔ اگلے دن پھر ملائکہ کے ذریعے انہیں رزق مہیا کردیا گیا جو کہ شام کو پھر مخلوق خدا میں تقسیم کردیا گیا اور روزانہ ہی خیرات ہونے لگی۔ حضرت موسیٰ علیہ اسلام نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا: یاباری تعالی ان دونوں بھائیوں کی قسمت میں تو تھوڑا سا رزق تھا۔ پھر یہ روزانہ انہیں بہت سا رزق کیسے ملنے لگ گیا؟۔ ندا آئی

موسیٰ جو شخص میرے نام پر رزق تقسیم کر رہا ہے اسے میں وعدے کے مطابق دس گنا رزق عطا کرتا ہوں۔ یہ روزانہ میرے نام پر خیرات کرتے ہیں اور میں روزانہ انہیں عطا کرتا ہوں۔

اگر کسی کو یہ توفیق مل جائے تو اس عمل کو برقرار رکھنے کے لئے دو باتیں ضروری ہیں، ایک ریا کاری سے بچیں اور دوسری تکبر سے بچیں کیونکہ انسان کے دل میں خیال آتا ہے کہ میرا پیسہ بہت لوگوں میں تقسیم ہو رہا ہے، چنانچہ شیطان دل میں تکبر پیدا کرتا ہے اور پھر یہ نعمت چھین لی جاتی ہے۔

چند غذائیں کبھی بھی فریج میں نہیں رکھنی چاھئیں

ہمارے ہاں مختلف غذائیں یہ سوچ کر فریج میں رکھ دی جاتی ہیں کہ اس طرح یہ تروتازہ رہیں گی جبکہ ان کا ذائقہ بھی برقرار رہے گا- تاہم لوگوں کی ایک بڑی اکثریت اس حقیقت سے ناواقف ہے کہ کئی غذاؤں کو فریج میں رکھنا فائدے کے بجائے نقصان دہ ثابت ہوتا ہے کیونکہ اس عمل سے یہ غذائیں اپنی افادیت یا ذائقہ کھو دیتی ہیں- وہ کونسی غذائیں ہیں جنہیں کبھی بھی فریج میں نہیں رکھنا چاہیے؟ آیئے جانتے ہیں:

اگر آپ شہد کو اپنے گھر کے فریج میں رکھیں گے تو یہ ایک بیذائقہ اوردانے دار مواد میں تبدیل ہوجائے گا- شہد کے لیے بہتر ہے کہ اسے عام درجہ حرارت میں ہی رکھا جائے-

پیاز کو فریج میں رکھنے سے نہ صرف یہ نرم پڑ جاتا ہے بلکہ اس کی بو آس پاس موجود دیگر غذاؤں میں بھی شامل ہوجاتی ہے- پیاز کے لیے ضروری ہے کہ اسے ایسی کم روشنی والی جگہ پر رکھا جائے جہاں ہوا کا گزر ہو-

سیب کو اگر طویل مدت کے لیے فریج میں رکھ دیا جائے تو وہ اپنا ذائقہ کھونے لگتے ہیں- سیب کو ہمیشہ نارمل درجہ حرارت میں رکھا جائے اور کھانے سے صرف 30 منٹ قبل فریج میں رکھیں, اس عمل سے سیب خستہ ہوجائے گا-

آلوؤں کو فریج میں رکھنے سے اس کا ذائقہ خراب ہونے کا خطرہ ہوتا ہے جبکہ اس میں موجود نشاستہ بھی ضائع ہوسکتا ہے۔آلوؤں کو ہمیشہ پیپر بیگ میں رکھ کر ایسے مقام پر رکھیے جہاں ہوا اور کم روشنی کا گزر ہو۔

ٹماٹروں کو اگر فریج میں رکھ دیا جائے تو یہ اپنا ذائقہ کھونے لگتے ہیں اور ساتھ ہی یہ نرم بھی پڑنے لگتے ہیں۔ٹماٹروں کو اگر تازہ رکھنا چاہتے ہیں تو انہیں ہمیشہ نارمل درجہ حرارت میں ہی رکھیے۔

اکثر لوگ یہ سوچ کر ڈبل روٹی فریج میں محفوظ کر دیتے ہیں کہ تر و تازہ رہے گی لیکن حقیقت یہ ہے کہ ڈبل باہر کی نسبت فریج کے اندر زیادہ تیزی سے سوکھنے لگتی ہے۔ ڈبل روٹی کو ہمیشہ ایسے ڈبے میں رکھیے جہاں سے ہوا کا گزر ہو۔

مرچیں چاہے لال ہوں، ہری ہوں یا پھر پیلی انہیں ہمیشہ پیپر بیگ میں رکھ کر کچن میں ہی چھوڑ دیجیے۔اس طرح مرچیں تر و تازہ اور افادیت سے بھرپور رہیں گی۔

لہسن کو بھی پیپر بیگ میں رکھ کر کم روشنی لیکن تازہ ہوا والی جگہ پر رکھ دیجیے ,ہفتوں بعد بھی استعمال کریں گے تو ذائقہ پہلے روز والا ہی ملے گا۔

خشک میوہ جات کو بھی فریج میں رکھنے سے گریز کیجیے کیونکہ یہ خراب ہو سکتے ہیں یا پھر اپنی افادیت کھو سکتے ہیں۔

تازہ بیریز کی زندگی پہلے ہی بہت مختصر ہوتی ہے اس لیے ضروری ہے کہ انہیں فریج میں رکھنے کے بجائے خریداری کے بعد 1 سے 2 دن میں لازمی استعمال کرلیا جائے۔

فرقہ واریت اور مولانا طارق جمیل

(نکتہ: سید عبدالوہاب شیرازی)

گذشتہ دنوں ایک ٹی وی پروگرام میں زید حامد نے مولانا طارق جمیل صاحب کے خلاف کافی باتیں کیں، جس پر سوشل میڈیا پر بھی کافی شورشرابہ ہوا، اور پھر ایک دون بعد پنجاب حکومت نے بھی تبلیغی جماعت پر تعلیمی اداروں میں تبلیغ کرنے پر پابندی لگادی۔ چنانچہ اس شورشرابے میں مَیں اس طرف متوجہ ہوا کہ دیکھوں تو سہی کہ آخر اس کی وجہ کیا ہے، میں نے پہلے ایک ویڈیو دیکھی پھر دوسری اور کرتے کرتے ایک ہفتے میں بیسیوں ویڈیو اور بیانات مولانا طارق جمیل صاحب کے سن لیے۔ وہ چند باتیں جو ان کے ہر بیان میں تھیں ان کا خلاصہ انہی کے الفاظ میں پیش خدمت ہے۔ان باتوں کو پڑھ کر آپ با آسانی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ پابندی کس کے حکم سے لگی۔

اللہ کے واسطے میری سنو! آپس کی نفرتوں کو مٹاؤ، آپس کی نفرتوں کو مٹاؤ، آپس کی نفرتوں کو مٹاؤ، فرقہ واریت کی آگ میں مت جلو، فرقہ واریت کی آگ میں مت جلو، مسلم بن کے رہو، مؤمن بن کے رہو۔ جس فرقے سے ہو تمہیں مبارک ہو، جس مسلک پر ہو تمہیں مبارک ہو۔ اللہ کے واسطے اوروں کو بھی مسلمان سمجھو۔ اوروں کو بھی ایمان والا سمجھو، اوروں کے لئے بھی جگہ بناؤ۔ اوروں کو بھی راستہ دو، جنت بہت بڑی ہے۔ خود جنت کے ٹھیکیدار نہ بنو، اسلام کے ٹھیکیدار نہ بنو، اللہ کے ٹھیکیدار نہ بنو، تھانیدار نہ بنو اوروں کے لئے بھی راستہ کھلا رکھو۔ جو بھی تمہارا مسلک ہے دل میں رکھو، اوپر چھاپ نہ لگاؤ، چھاپ امت کی لگاؤ۔ ایک دوسرے پر توپیں کسی ہوئی ہیں، یہ کافر وہ کافر۔ پھر دنیا میں مسلمان ہے کون؟ میری فریاد ہے، نقار خانے میں طوطی کی کون سنتا ہے، شہائیوں میں کسی کا نوحہ کون سنتا ہے؟ لیکن میں کہوں گا (روتے ہوئے) مجھے پتا ہے میں اس فرقہ واریت کی آگ کو نہیں بجھا سکتا لیکن میں اللہ کی بارگاہ میں ابراہیم کا کبوتر بن کر پیش ہوں گا۔

ایک مسجد میں خطاب کرتے ہوئے کہا:

میں علماء سے کہتا ہوں اللہ کے واسطے امت کو دین سمجھاؤ فرقے نہ سمجھاؤ۔ اس ممبر کو محبت کے لئے باقی رکھو۔ اس ممبر سے آگ نہ بڑکاؤ نفرتوں کی۔ میں تمہیں کہتا ہوں بچو ایسی تقریروں سے ایسی کتابوں سے جن سے تم دوسرے مسلمان کے لئے نفرت لے کر اٹھو۔ ہر وقت دوسروں پر چڑہائی، کبھی اپنے اوپر بھی چڑہائی کیا کرو۔ میں علماء کو ہاتھ جوڑتا ہوں، ہاتھ جوڑتا ہوں جب ممبر پر آؤ تو اسلام پیش کرو، امت کو ٹکڑوں میں تقسیم مت کرو۔

ایک اور بیان میں کہا:

مجھے بتاؤ تم میرے نبی کے ساتھ کیا کر رہے ہو؟ وہ تمہیں فرقوں میں بانٹ کر گئے تھے یا امت بنا کر گئے تھے؟ کیوں اس نادان کھیل میں اپنی زندگی برباد کرتے ہو؟ کیوں نہیں مسلمان بن کر رہتے ہو؟ اس امت میں اختلاف شروع سے ہے ہمیشہ رہے گا۔ یہاں تک نہ جاؤ کے ایک دوسرے پر کفر کے فتوے لگانا شروع کر دو۔ سنیوں نے کہا وہابی کافر، وہابیوں نے کہا سنی کافر۔ بریلویوں نے کہا دیوبندی کافر، دیوبندیوں نے کہا بریلوی کافر۔ جنت میں کون جائے گا؟ کچھ بھائیو میرے نبی کی محنت کی قدر کرو۔ میرے نبی تو غیروں کو اپنا بنانے آئے تھے ہم نے اپنوں کو غیر بنا دیا۔ اس نفرت کی آگ سے کتنے سر کٹ چکے، کتنے سہاگ اجڑ گئے، کتنی مائیں بے آسرا ہو گئیں، کتنی جوان بیٹیوں کی مانگ ویران ہو گئی، (روتے ہوئے) کیا اسی کا نام اسلام ہے؟ اسی کا نام عشق رسول ہے؟ اسی کو دین کہتے ہیں؟

ایک دوسرے کی مسجدوں میں نہیں جاتے ہو، ایک دوسرے کے پیچھے نمازیں نہیں پڑھتے ہو۔ جنت کے ٹھیکیدار بن گئے ہو۔ میرے نبی تو عبداللہ بن ابی کا جنازہ پڑھانے کھڑے ہو گئے تھے، جس کا کفر ابوجہل سے بھی بڑا ہے۔ ابوجہل اوپر کی دوزخ میں ہے، عبداللہ بن ابی نیچے کی دوزخ میں ہے۔ یہ دین تم کہاں سے لائے ہو جس میں تم فرقوں میں بٹ گئے ہو۔ نفرتوں کی آگ تم نے لگا دی ہے۔ یہ کہاں سے اسلام آیا ہے؟ میں تمہیں اللہ کا واسطہ دیتا ہوں امت بن کر رہو، مسلم بن کر رہو۔ اپنے اپنے عقیدے پر پکے رہو، دوسرے کے لئے گنجائش رکھو۔

پنجاب کی ایک یونیورسٹی میں خطاب کرتے ہوئے کہا:

ہائے کفر کے فتوے، میں دھماکوں سے اتنا پریشان نہیں، کیونکہ جو مر رہے ہیں شہید ہو رہے ہیں، اور جو ظالم ہیں اگر یہاں نہ پکڑے گئے تو ایک دن اللہ نے رکھا ہے۔ اس سے میرا ملک تباہ نہیں ہو گا اس سے میرے ملک میں طاقت آئے گی، کیونکہ قربانی سے طاقت آتی ہے۔ حضرت حسین نے قربانی دی جبکہ شمر، یزید نے ظلم کیا ان کا نام و نشان مٹ گیا۔ جو چیز مجھے تڑپاتی ہے، رولاتی بھی پھر میں فریاد بن کر بولتا ہوں۔ فرقہ واریت، فرقہ واریت، فرقہ واریت۔ ممبر رسول محبت کے لئے ہے فرقہ واریت کے لئے نہیں ہے۔ لیکن ہمارا خطیب آتا ہے ایسی تقریر کرتا ہے کہ لوگوں کے دلوں میں آگ لگا دیتا ہے۔ اور ایک کو دوسروں سے متنفر کر کے نکل جاتا ہے، وہ اپنے پیسے کھرے کرتا ہے، اور لوگوں کے دلوں میں آگ بھر کے چلا جاتا ہے۔ یہ میرے دیس کا سب سے بڑا روگ ہے۔ معاملات میں سود، سود، سب سے بڑا روگ ہے۔ دین میں فرقہ واریت سب سے بڑا روگ ہے۔ اور معاشرت میں بداخلاقی سب سے بڑا روگ

ہے۔یہ وہ سوراخ ہیں جہاں سے پانی گیا تو کشتی ڈوب جائے گی، ملاحوں کو کیا گلا دینا کہ جب مسافر ہی کلہاڑیاں لے کر، کدالیں لے کر، آریاں لے کر تختوں کو کاٹ رہے ہیں۔میں ہواؤں کو کیا کہوں میں طوفانوں کا کیوں گلہ کروں۔

تو ادھر اُدھر کی نہ بات کر، یہ بتا کہ قافلہ کیوں لٹا

مجھے راہزنوں سے گلہ نہیں، تیری رہبری کا سوال ہے

انگلینڈ میں خطاب کرتے ہوئے کہا:

اللہ کے واسطے امت بنو، اس امت میں اختلاف رہے گا۔اختلاف کے باوجود محبت کا حکم دیا گیا ہے۔لیکن ہماری نفرت یہاں تک چلی گئی ہے کہ سلام کا جواب بھی نہیں دیتے۔ایک دوسرے کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے، ایک دوسرے کو کافر کہہ رہے ہیں۔کسی کو کافر کہنا اتنا آسان ہے؟، اچھا چلو وہ اگر کافر ہے لیکن کہتا یہ ہے کہ میں مسلمان ہوں تو ایسے شخص کو میرے نبی نے سینے سے لگانا سکھایا ہے، دھکہ دینا تو نہیں سکھایا۔عبداللہ بن ابی سے بڑھ کر کون کافر ہوگا جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا تھا۔جہنم کے ساتھ قید خانے ہیں، ا۔جہنم ۲۔حطمہ ۳۔لظی ۴۔سعیر ۵۔سقر ۶۔جحیم ۷۔ہاویہ۔ ابو جہل چھٹے درجے جحیم میں ہے جبکہ عبداللہ بن ابی ساتویں درجے ہاویہ میں ہے۔میرے نبی نے تو منافقوں کو بھی سینے سے لگایا، (اس کا جنازہ پڑھایا، کرتا دیا، اپنا لعاب اس کے منہ میں ڈالا کیونکہ وہ اپنے آپ کو مسلمان کہتا تھا)۔عبداللہ بن ابی کے بیٹے نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جوٹھا پانی اپنے باپ کو دیا تو اس نے یہ کہہ کر پینے سے انکار کر دیا کہ پیشاب لے آ وہ پی لوں گا یہ نہیں پیوں گا۔اس کے بیٹے نے اپنے باپ اس توہین پر قتل کرنے کی اجازت مانگی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ لوگ کہیں گے محمد اپنے پاس بیٹھنے والوں کو قتل کرتا ہے۔تم اس کی امت ہو کر فرقہ واریت میں بٹ گئے، تم کیا میسج دے رہے ہو پوری دنیا کے مسلمانوں کو۔چھوٹے چھوٹے اختلاف پر یہ کافر وہ کافر۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک ایک منافق کا پتا تھا کہ فلاں فلاں منافق ہے لیکن آپ نے زندگی بھر کسی کو نہیں بتایا، سب کو سینے سے لگایا ہے۔

اپنے مدرسے کے طلباء کو خطاب کرتے ہوئے کہا:

میں آپ سے کہتا ہوں اپنے عقائد پر پختہ رہو لیکن دیوبندی بن کر چلو، بلکہ امتی بن کر چلو امتی بن کر چلو، اس بھڑکتی آگ کو بجھانا ہے، بڑھانا نہیں بجھانا ہے۔تبلیغ کے کام نے یہ فاصلے مٹائے ہیں، تبلیغ کا کام نہ ہوتا تو کتنی بڑی

تباہیاں انسانیت کو دیکھنی پڑتیں۔تو آپ کا سال شروع ہو رہا ہے، آپ بہت اچھے بچے ہو، بہت نیک بچے ہو۔میری مدد کرو میں آپ کی مدد کا محتاج ہوں۔جس کی اتنی زیادہ اولاد ہو، دو تین سو بیٹے ہوں اور سارے دعا کر رہے ہوں تو اللہ کسی کی تو سنے گا نا، ایک یہ کہتا ہوں کہ دیوبندی بن کر نہ چلو امت بن کر چلو، ہم عقائد میں اہل سنت والجماعت ہیں۔ بریلوی مفتی محمد خان قادری صاحب کی اس بات پر مجھے بہت خوشی ہوئی کہ دیوبندی، بریلوی، اہل حدیث سب اہل سنت والجماعت ہیں۔ میں یہ سینہ دیکھنا چاہتا ہوں، گھٹا ہوا سینہ نہیں دیکھنا چاہتا کہ آپ اپنے سوا کسی کو جنتی ہی نہ سمجھو، اپنے سوا سب کو گمراہ سمجھو۔

زرعی یونیورسٹی فیصل آباد میں خطاب کرتے ہوئے کہا:

مذہبی تعصب کی آگ زرعی یونیورسٹی سے نہیں اٹھی، وہ گورنمنٹ کالج، گورنمنٹ یونیورسٹی سے نہیں اٹھی، وہ فیصل آباد کے آٹھ بازاروں سے نہیں اٹھی۔ یہ آگ ممبر سے بھڑکائی گئی ہے۔اس کے قصوروار پروفیسر نہیں ہیں، عوام نہیں ہیں، اس کے قصوروار ممبر والے ہیں۔ جو ممبر محبت کے لئے تھا وہی ممبر نفرت کی آگ آگ آگ، تقریر نہیں ہوتی شعلے نکل رہے ہوتے ہیں۔اور اس میں گھر نہیں جلتے بدن جل رہے ہیں، ایمان جل رہے ہیں۔اور اس حد تک نفرت ہے کہ ایک دوسرے کو سلام بھی نہیں کرتے۔ایک دوسرے کے پیچھے نمازیں بھی نہیں پڑھتے۔اس نفرت کے ساتھ ہم اللہ کی قسم اللہ کی نظروں سے گر جائیں گے۔ جو تمہارا عقیدہ ہے اس پر پکے رہو لیکن کسی کو جہنمی نہ کہو، کسی کو جھٹ سے کافر نہ کہو۔

مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
تجوید کا سیکھنا ہر مسلمان پر واجب ہے،

تجوید کی اسی اہمیت کے پیش نظر اس کتابچے میں "قواعد تجوید" کو نہایت ہی آسان الفاظ میں سمجھایا گیا ہے۔

چونکہ موجودہ دور میں جدید تعلیم یافتہ لوگوں میں انگلش اصطلاحات کو سمجھنے والوں کی اکثریت ہے اسی لئے کتاب میں اردو کے ساتھ ساتھ انگلش لینگویج میں اصطلاحات کو سمجھانے کی کوشش بھی کی گئی ہے۔

اپنے موبائل پر بالکل مفت دینی، فقہی مسائل حاصل کرنے کے لئے ابھی رائٹ میسج میں لکھیں:

FOLLOW NUKTA313

اور سینڈ کردیں **9900** پر۔

پھر **MUTE OFF** لکھیں اور **9900** پر سینڈ کردیں۔ اگر نام پوچھا جائے تو اپنا نام لکھ کر **9900** پر سینڈ کردیں۔ پہلی بار صرف **0.61** پیسہ چارجز ہیں، پھر ہمیشہ فری فقہی مسائل ملیں گے۔

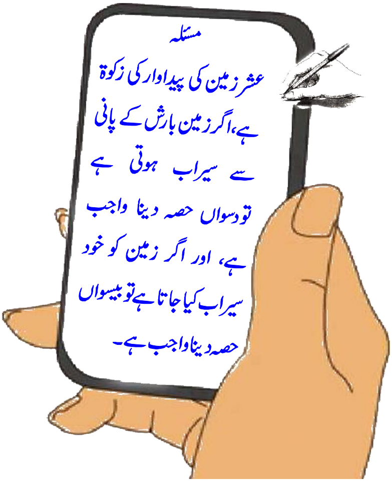

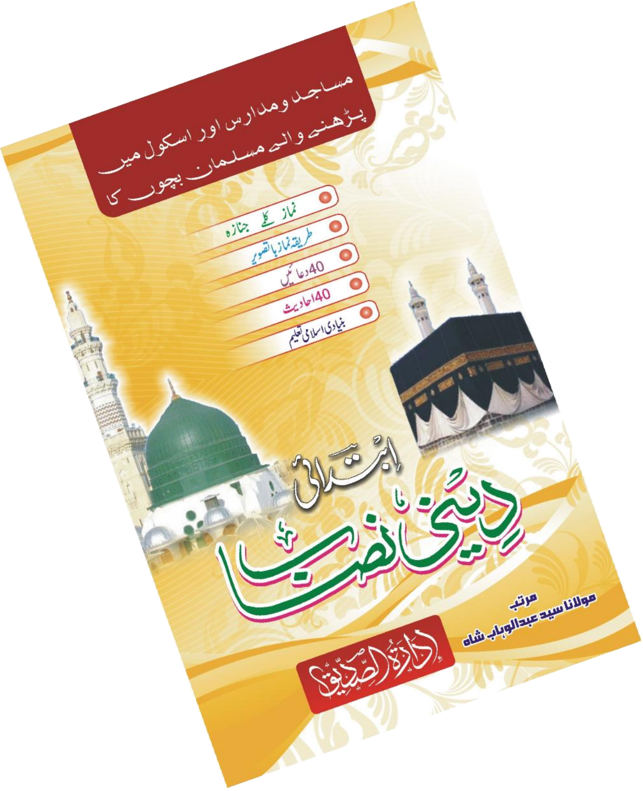

مساجد ومدارس اوراسکولوں میں پڑھنے والے بچوں کے لئے ایک خاص ترتیب پر تیار کیا جانے والا ایک بہترین دینی نصاب، جس میں ہر سبق کے ساتھ حاضری کی سہولت، طریقہ وضواور نماز 4 کلر تصاویر کی مدد سے سمجھایا گیا ہے۔نماز، کلمے، جنازہ، چالیس دعائیں، چالیس احادیث اور دیگر بنیادی اسلامی معلومات، ایک سال کے لئے نمازوں کی حاضری کا کیلنڈر۔رنگین صفحات، دیدہ زیب ٹائٹل۔ملک بھر کے کئی دینی اداروں اوراسکولوں کے نصاب میں باقاعدہ شامل ایک بہترین کتاب۔

شائع کر کے مفت تقسیم کریں

آن لائن پڑھنے یا ڈاؤن لوڈ کرنے کے لئے

www.urdubookdownload.wordpress.com

مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے ''میں نے بصیرت کی بناء پر تجربہ کیا ہے کہ لوگوں کی دین سے دوری میں اسی 80 فیصد حرام مال کھانے کا عمل دخل ہے، اور دس فیصد اس سے کہ بے نمازی کے ہاتھ کا کھانا کھاتے ہیں اور دس فیصد اس سے کہ نیک لوگوں کی صحبت اختیار نہیں کرتے۔ حرام مال کھانے کے بے شمار ذرائع ہیں اور اللہ تعالیٰ کے بے شمار ایسے بندے ہیں جو ان ذرائع سے بچتے ہیں مگر شرعی تقسیم میراث ایک ایسا فریضہ ہے جس میں کوتاہی کے مرتکب بڑے بڑے دیندار لوگ بھی ہیں۔
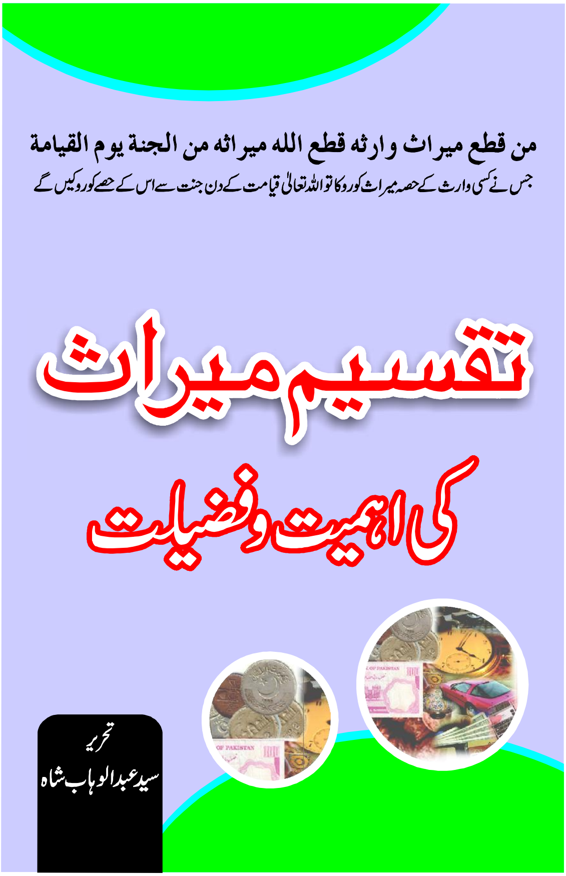
تقسیم میراث کی اہمیت جاننے کے لئے چند صفحات پر مشتمل اس کتابچے کا خود بھی مطالعہ کریں اور زیادہ سے زیادہ شائع کر کے دوسروں تک پہنچائیں۔